ربیع الاول/ربیع الآخر 1440ھ/نومبر، دسمبر 2018ء



وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (القرآن)

ماہنامہ

سبیل ہدایت

لاہور

محمد ﷺ

روح محمد ﷺ کا اعجاز

مراۃ القرآن

یورپ پر قرآن کریم کے اثرات

حیرت انگیز پیشگوئیاں

تصویر کشی کا بڑھتا رجحان

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ

ماہ صفر المظفر اور آخری چہار شنبہ

عہد رسالت کے مؤلفین اور ان کی لائبریریاں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

اصل سکندر اعظم کون؟

اردو زبان کا زوال: ذمہ دار کون؟

کیا ہمیں اسرائیلی ریاست کو تسلیم کرنا چاہیے؟

قرآنی آیات کا پانی پر دم اور حیرت انگیز تبدیلیاں

یکے از مطبوعات
بزم ندائے مسلم پاکستان



LAHORE MEDIA COUNCIL







قائداعظم ٹاؤن

(ٹاؤن شپ، گرین ٹاؤن)

کی آبادکاری کو 50 سال مکمل ہو چکے ہیں

اس **گولڈن جوبلی** کے موقع پر لاہور میڈیا کونسل کی جانب سے سماجی، سیاسی، مذہبی کارکنوں اور صحافیوں اور تنظیموں کو کہ جنہوں نے اس ایشیاء کی سب سے بڑی آبادی کی خدمت کی ہے۔

تمغہ صحافت، تمغہ جمہوریت اور تمغہ خدمت دیا جا رہا ہے۔

تاریخ کی سب سے بڑی تقریب انشاءاللہ جلد منعقد کی جائے گی

سیاسی، سماجی، مذہبی اور صحافتی کارکنوں سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل نمبرز پر رابطہ کر کے فارم حاصل کریں اور اس تاریخی تقریب کے مہمان بنیں۔

0304-4710601 / 0334-9928823
0322-7564125 / 0322-4577899

منجانب: لاہور میڈیا کونسل

وَاللّٰہُ یقُولُ الْحَقّ وَ ھُوَ یَھدِیْ السَّبِیْلَ (القرآن)

اور اللہ سچی بات کہتا ہے اور وہ ہدایت دیتا سیدھی راہ پر چلنے کی

ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور

سکولوں، کالجوں اور پبلک لائبریریز کیلئے حکومت پنجاب سے منظور شدہ　رکن: کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

جلد 28　ربیع الاوّل/ ربیع الآخر 1440ھ/ نومبر، دسمبر 2018ء　شمارہ 11,12

پبلشر: سید قمر احمد سبزواری　پرنٹرز: اسکارٹ پرنٹرز ہسپتال روڈ لاہور　مقام اشاعت: ۳/۸ بی ون ٹاؤن شپ لاہور

زرتعاون: فی پرچہ 50 روپے　طلباء وطالبات: 300 روپے سالانہ　سالانہ: 500 روپے بیرون ملک 20 ڈالر

دفتر رابطہ: بزم ندائے مسلم پاکستان

۳/۸ بی ون ٹاؤن شپ لاہور پوسٹ کوڈ: 54770

0304-4710601/0320-4668118

sabeelh@gmail.com

وَقتِ دُعا.............

دُنیا میں دو ہی نظریاتی ریاستیں ہیں ایک رحمانی اور دوسری شیطانی ، رحمانی ریاست پاکستان ہے جو امرِ الٰہی اور تائید مصطفیٰ ﷺ کی بدولت مسلمانانِ ہند کی قربانیوں کے نتیجے میں 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آئی اسے مدینہ ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری ریاست اسرائیل ہے جو شیطانی اور دجالی قوتوں کی مرہون منّت ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے فوراً بعد ہی دشمنان اسلام کی سازشیں جاری ہیں اور ارض پاک میں نظام مصطفیٰ کی جگہ مغربی جمہوریت متعارف کروادی گئی اور مسلمانان پاکستان کو جمہوریت کا بت پوجنے پر لگا دیا گیا اسلامی قانون کی بجائے انگریز کا غلامانہ قانون رائج ہے۔ اور موجودہ نئی حکومت جو نام نہاد جمہوریت کے نتیجے میں مسلط کی گئی ہے اس کے رہنماؤں نے تو حد کر دی آتے ہی بڑی ڈھٹائی سے قادیانی اور یہودی ایجنڈے پر کام کرنا شروع کر دیا ۔ آسیہ ملعونہ جس نے گستاخی رسول کی تھی اور اپنے جرم کا اعتراف کیا جس کے نتیجے میں سیشن کورٹ نے سزائے موت سنائی اور لاہور ہائی کورٹ نے اس سزا کو برقرار رکھا۔ پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے حکومتی اور بیرونی دباؤ میں اس کی رہائی کا پروانہ جاری کر دیا اور جان بوجھ کر یہ فیصلہ عین 31 اکتوبر کو سنایا جو شہید ناموس رسالت غازی علم دین شہید کا یوم شہادت ہے۔ آسیہ ملعونہ کے فیصلے سے ویٹیکن کو خوش کیا گیا اور لعنت کا طوق اپنے گلے ڈال لیا گیا۔ کیونکہ آسیہ ملعونہ کو اکتوبر 2017ء میں سخاروف ایوارڈ کیلئے منتخب کیا گیا تھا یہ ایوارڈ آزادیٔ اظہار رائے پر دیا جاتا ہے اسطرح آسیہ ملعونہ کی صورت میں ہم نے ایک اور ملالہ دشمنان اسلام کو دیدی ہے جو رہائی کے بعد پوری دنیا میں جا کر اسلام اور توہین رسالت قانون کیخلاف تقریریں کرتی پھرے گی۔ اس فیصلے کے پس منظر پر نظر ڈالی تو واضع ہو گیا کہ 22 جنوری 2018ء کے انگریزی روزنامہ ڈیلی بزنس ریکارڈر میں یہ خبر تھی کہ آئی ایم ایف نے قرضہ کو آسیہ ملعونہ کی رہائی سے مشروط کیا تھا۔ فیصلے سے 20 روز پہلے وزیراعظم سے آسیہ ملعونہ کا وکیل اور پاکستان کے عیسائی فرقوں کے نمائندہ وفد نے ملاقات کی اس ملاقات کا کیا مقصد تھا یہ بھی کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ 27 اکتوبر 2018ء کو ایک مبیّنہ اسرائیلی طیارے کا سلام آباد ائیر پورٹ پر لینڈ کرنا اور 10 گھنٹے بعد اڑان بھرنا کس لیے تھا؟۔ مولانا سمیع الحق کی 2 نومبر 2018ء کی صبح حکومت کیخلاف تقریر اور آسیہ ملعونہ کی رہائی پر حکومت

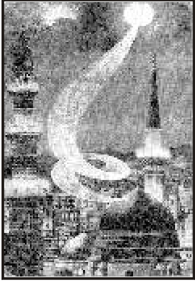
باقی صفحہ 17 پر ملاحظہ فرمائیں



فرمان ربّ العالمین ﷺ

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے جو بڑی پر امن اور مطمئن تھی، اُس کا رزق اس کو ہر جگہ سے بڑی فراوانی کے ساتھ پہنچ رہا تھا۔ پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کر دی، تو اللہ نے ان کے کرتوت کی وجہ سے ان کو یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف ان کا پہننا اوراوڑھنا بن گیا۔ سورۃ النحل:15، آیت:112



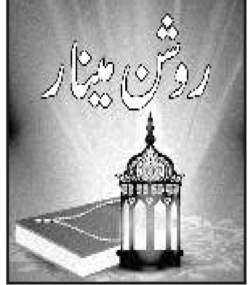
فرمان رحمة اللعالمین ﷺ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کا حکم فرمایا:

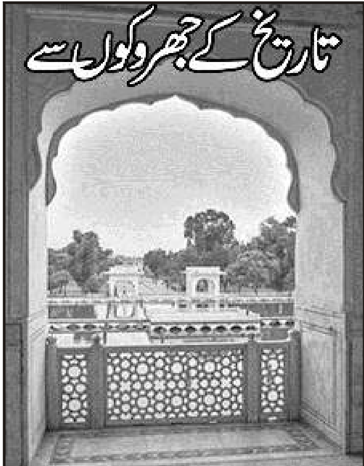
(1) مساکین سے محبت رکھوں اور ان سے قریب رہوں۔ (2) دنیا میں ان لوگوں پر نظر رکھوں جو (دنیاوی ساز و سامان میں) مجھ سے نیچے درجے کے ہیں اور ان پر نظر نہ کروں جو (دنیاوی ساز وس امان میں) مجھ سے اوپر کے درجہ کے ہیں۔ (3) اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کروں اگرچہ وہ آپ سے منہ موڑیں۔ (4) کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں۔ (5) حق بات کہوں اگرچہ وہ (لوگوں کے لیے) کڑوی ہو۔

(6) اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے پیغام کو ظاہر کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔

(7) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ کثرت سے پڑھا کروں کیونکہ یہ کلمہ اس خزانہ سے ہے جو عرش کے نیچے ہے۔ (مسند احمد)



صحابہ کے ایمان لانے کے واقعات تو آپ نے پڑھیں ہوگے بلاشبہ یہ اسلامی تاریخ اور دنیا کے عظیم ترین انسان ہیں۔ مگر وہ کون لوگ ہیں جن کے ایمان کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجیب ترین ایمان قرار دیا؟ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑا ایمان افروز سوال کیا۔ تمہارے نزدیک کس مخلوق کا ایمان عجیب ترین ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا: یارسول اللہ! فرشتوں کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کیسے ایمان نہ لائیں جبکہ وہ اللہ کی حضوری میں ہوتے ہیں اور ہمہ وقت اس کی تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا: یارسول اللہ! انبیاء اکرام کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے ایمان نہیں لائیں گے جبکہ ان پر وحی اترتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ کرام رضی اللہ عنھم نے (معصومیت بھرے انداز سے) عرض کیا (یارسول اللہ! پھر ہمارا ایمان عجیب تر ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم (اب بھی) ایمان نہ لاؤ گے جبکہ تمہارے سامنے ہر وقت میرا سراپا رہتا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک ساری کائنات میں سب سے عجیب (قابل رشک) ایمان ان لوگوں کا ہے جو تمہارے بعد ہوں گے۔ وہ صرف اوراق پر لکھی ہوئی کتاب دیکھیں گے اور اس پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بن دیکھے ایمان لانے والے اور عشق کرنے والے ہر وقت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دھیان ہی میں نہیں بلکہ محبوب کی نگاہوں میں رہتے ہیں اور اب نہیں بلکہ جب وہ ابھی پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے فرما دیا کہ میرے وہ امتی جو بعد میں آئیں گے ان کا ایمان قابل رشک حد تک عجیب تر ہوگا



آج اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہوجاتا:۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمرؓ کے عہد خلافت میں ایک لڑکے کو زنا کے جرم میں سزا دینے کیلئے لے جایا جارہا تھا (واضح رہے کہ اسلام میں شادی شدہ زانی کیلئے سنگسار اور غیر شادی شدہ کیلئے اسی کوڑے بطور سزا ہیں) وہ لڑکا اونچی اونچی آواز سے پکار رہا تھا کہ میں بے گناہ ہوں مجھے سزا نہ دی جائے حضرت علیؓ کا وہاں سے گزر ہوا تو حضرت علیؓ نے اس لڑکے کی پکار سن کر سرکاری اہلکاروں کو روکنے کا حکم فرمایا اور لڑکے سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لڑکے نے حضرت علیؓ سے کہا کہ جناب! جس جرم کی نسبت میری طرف کی جارہی ہے وہ میں نے نہیں کیا، دعویٰ کرنے والی میری ماں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس کی سزا کو روک دیا جائے میں اس کیس کو دوبارہ سن لوں۔ اگر یہ لڑکا گناہ گار رہا تو تب سزا دینا۔ دوسرے دن حضرت علیؓ نے عورت اور لڑکے کو عدالت میں طلب فرمالیا، عورت سے پوچھا کیا اس نے تیرے ساتھ غلط کام کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں، پھر حضرت علیؓ نے لڑکے سے پوچھا یہ عورت تیری کیا لگتی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ میری ماں ہے، عورت نے اسے بیٹا ماننے سے انکار کر دیا، فیصلہ سننے کیلئے لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم جمع تھا، حضرت علیؓ نے فرمایا تو اچھا پھر اے عورت! میں اس لڑکے کا تیرے ساتھ اتنے حق مہر کے بدلے نکاح کرتا ہوں تو عورت چیخ اٹھی کہ اے علیؓ! کیا کسی بیٹے کا ماں کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟ حضرت علیؓ نے استفسار فرمایا کہ کیا مطلب؟ تو اس عورت نے جواب دیا کہ اے علیؓ! یہ لڑکا تو واقعی میرا بیٹا ہے اس پر حضرت سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ کیا کوئی بیٹا اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرسکتا ہے؟ عورت نے کہا کہ نہیں۔ حضرت سیدنا علیؓ نے فرمایا تو پھر تو نے اس اپنے بیٹے پر ایسا الزام کیوں لگایا؟ تو عورت نے جواب دیا۔ اے علیؓ! میری شادی ایک امیر کبیر شخص سے ہوئی تھی اس کی بہت زیادہ جائیداد تھی یہ بچہ ابھی کمسن، دودھ پیتا ہی تھا کہ میرا خاوند مر گیا، تو میرے بھائیوں نے مجھے کہا کہ یہ لڑکا تو اپنے باپ کی جائیداد کا وارث ہے اس کو کہیں چھوڑ آؤ میں اسے کسی آبادی میں چھوڑ آئی، ساری جائیداد میری اور میرے بھائیوں کی ہوگئی، یہ لڑکا بڑا ہوا تو ماں کی محبت نے اس کے دل میں انگڑائی لی، یہ ماں کو تلاش کرتا کرتا میرے تک پہنچ گیا میرے بھائیوں نے مجھے پھر ورغلایا کہ اس پر جھوٹا الزام لگا کر اس کی زندگی کا سانس ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے تو میں نے اپنے ہی بیٹے پر جھوٹا الزام اپنے بھائیوں کی باتوں میں آکر لگا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے، اور بالکل بے گناہ ہے۔ جب اس قضیئے کا علم امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، خلیفۂ دوئم سیدنا عمر ابن خطابؓ کو ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر آج علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتا۔



دھتکارے ہوئے بندر

آیات کریمہ : وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ o فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (پارہ 1 البقرہ۔ آیات 65-66)

ترجمہ: اور بیشک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں سے وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ دھتکارے ہوئے بندر تو ہم نے اس بستی کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لیے عبرت کر دیا اور پرہیزگاروں کے نصیحت۔

شان نزول: ایلہ ایک شہر کا نام ہے جس میں بنی اسرائیل کے لوگ آباد تھے ان کو حکم ربی تھا کہ ہفتہ کے روز صرف اللہ کی عبادت کیا کریں اور اس دن کو خالص اعمال صالحہ کے لیے مقرر کر دیں اور شکار نہ کریں حتیٰ کہ دیگر دُنیاوی مشاغل بھی ترک کر دیں اس حکم کے باوجود انہی میں سے کچھ لوگوں نے ایک یہ ترکیب سوچی کہ جمعہ کے روز وہ دریا کے ساحل کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے گڑھے کھود دیتے اور ہفتہ کی صبح کو نالیاں بنا کر ان کو دریا کے پانی سے ملا دیتے اس طرح آب دریا ان نالیوں کے ذریعے ان گڑھوں میں جمع ہو جاتا اور اُس پانی کے ساتھ کئی مچھلیاں بھی گڑھوں میں چلی آتیں اتوار کے روز وہ ان جمع شدہ مچھلیوں کو پکڑ لیتے اور جواز یہ پیش کرتے کہ ہم نے ہفتہ کو شکار نہیں کیا اُن کا یہ طریقہ کار سالہا سال تک یونہی چلتا اور وہ مسلسل حکم ربانی کی مخالفت کرتے رہے جب حضرت داؤد علیہ السلام کا عہد نبوت آیا تو آپ نے بنی اسرائیل کو اس کام سے منع فرمایا اور سمجھایا کہ یہ فعل اللہ کی حکم کی عدولی ہے کیونکہ نالیاں بنا کر مچھلیوں کو قید کر کے پکڑنا ہی دراصل شکار کرنے کے زمرہ میں آتا ہے۔ لہذا اس کام کو ترک کردو ورنہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ بنی اسرائیل نے داؤد علیہ السلام کی بات پر بھی جب عمل اور غورو فکر نہ کیا تو آپ نے بارگاہ قدسیہ میں دعا فرمائی جس کے نتیجہ میں یہ قوم بندروں کی صورت میں تبدیل ہو گئی ہر چند ان کے عقل اور خواص تو قائم رہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے قوت گویائی چھین لی ان کے جسموں سے سخت بدبو آنے لگی اپنی اس بدحالی اور کسمپری پر وہ اتنے روئے چلائے کہ تین دن کے بعد سب ہلاک ہو گے یہاں تک کہ ان کی نسل میں ایک فرد بھی باقی نہ رہا۔ ان بنی اسرائیلوں کی تعداد 70 ہزار بتائی جاتی ہے۔

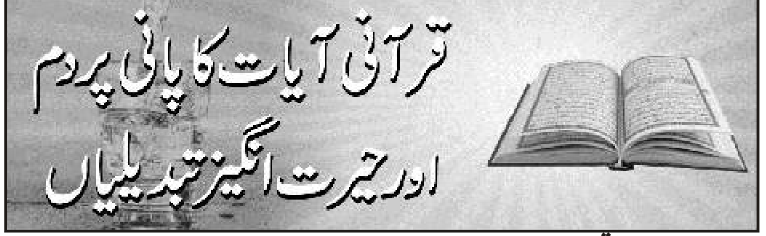
بنی اسرائیل کی ایک دوسری جماعت جن کے افراد کی تعداد 12 ہزار تھی وہ بھی انہیں اس کام سے منع کرتی تھی مگر ان کے کہنے پر بھی جب وہ لوگ باز نہ آئے تو انہوں نے درمیاں میں ایک بلند دیوار تعمیر کر کے علیحدگی اختیار کر لی اسی طرح بنی اسرائیل کا ایک تیسرا گروہ بالکل خاموش رہا اس کے حق میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے روبرو عکرمہ نے کہا کہ وہ مغفرت شدہ ہے کیونکہ ان کی خاموشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کے پند پذیر ہونے پر مایوس تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو عکرمہ کہ یہ باتیں اچھی لگیں ان سے اٹھ کر معانقہ فرمایا اور پیشانی پر عقیدت بھرا بوسہ دیا۔

یہود کا متکبرانہ جواب

آیت مبارکہ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (پارہ نمبر 3 سورۃ آل عمران: 7)

ترجمہ: جن کے دلوں میں کجی ہے۔

شان نزول: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب غزوہ بدر میں کفار مکہ کو عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تو وہ سب نامراد دل گرفتہ ہو کر جہاں سے چلے تھے وہیں واپس (مکہ) لوٹ گئے۔ اسی طرح مجاہدین اسلام بھی پرچم اسلام لہراتے اور رب العزت کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس مدینہ آ گئے۔ رسول ﷺ نے یہاں پہنچ کر یہود ان مدینہ کو جمع کر کے فرمایا۔ اے یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے پہلے اسلام قبول کر لو تم پر بھی آفت نازل ہو جیسی آفت بدر کے میدان میں قریش مکہ پر نازل ہوئی۔ تم بخوبی یہ جان چکے ہو کہ میں نبی ہوں اور اس کی بابت تم اپنی کتاب میں بھی لکھا ہوا پاتے ہو۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر وہ بول اٹھے۔ قریشان مکہ تو فنون حرب سے نا آشنا لوگ ہیں ان کو کیا معلوم جنگ کیسے لڑی جاتی ہے۔ معلوم تو تب ہوگا جب تمہارے اور ہمارے درمیان معرکہ آرائی ہوگی اور ہم لوگ شمشیر زنی کے جوہر دکھائیں گے پھر تمہیں یہ معلوم ہوگا اصل جنگجو لوگ قریشان مکہ تھے یا یہودان مدینہ ان کے اس متکبرانہ جواب پر مذکورہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور ان یہودیوں کو یہ خبر دی گئی کہ وہ شکست کھائیں گے اور ان پر جزیہ مقرر کر دیا جائے گا۔ چنانچہ وقت اور تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ نے ان کے متعلق قرآن میں جو پیش گوئی فرمائی وہ بالکل حق اور سچ ہے رسول کریم ﷺ نے ایک غزوہ میں ایک ہی دن میں 600 یہودیوں کو جہنم واصل کیا جبکہ بہت سے یہودی گرفتار کر کے اسیر بنا لئے گئے اور اہل خیبر نے اپنی عافیت و خیریت اسی میں سمجھی کہ اپنی آئندہ زندگی میں مسلمانوں کو جزیہ ادا کیا جاتا رہا ہے اب ان شکست خوردہ یہودیوں کو معلوم ہوا کہ غرور کا سرچشمہ نیچے ہوتا ہے اور ان کو یہ بھی پتہ چل گیا جنگجو قریش مکہ تھے یہود مدینہ یا مسلمان؟



معروف جاپانی تحقیق کار اور پروفیسر ''مسارو ایموتو'' کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بابرکت نام لینے اور پانی پر دم کرنے سے اس کی خاصیت تبدیل ہوجاتی ہے۔ جبکہ اس پانی کی اثر پذیری میں بھی انتہائی اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ انسانی کلام میں استعمال کئے جانے والے بدترین اور بہترین کلمات سے بھی یہی اثر رونما ہوتا ہے۔ اس حوالے سے جاپانی پروفیسر کا کہنا ہے کہ ان کی جانب سے پانی پر کی جانے والی تحقیق کے بعد یہ راز آشکار ہوا۔ پانی پر قرآن کی آیات اور خاص طور پر ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھ کر دم کرنے کے بعد اس قطرے کا انتہائی طاقتور دوربین سے معائنہ کیا گیا تو انکشاف ہوا کہ پانی کے قطرے نے اپنی شکل پھول کی طرح بنالی اور ایسا دکھائی دے رہا تھا کہ پانی کے قطرے نے کلام الٰہی کا اثر قبول کیا ہے اور شگفتہ انداز میں دکھائی دے رہا ہے، جبکہ یہ بھی ریکارڈ کیا گیا کہ جب پانی کے ایک قطرے پر شیطانی کلمات پڑھے گئے اور برے الفاظ ادا کر کے اس پر دم کیا گیا تو دوربین کی مدد سے یہ دکھائی دینے لگا کہ پانی کے اس قطرے نے اپنی شکل تبدیل کرلی اور اس کی ہیئت انتہائی خراب دکھائی دینے لگی، جس سے ایسا محسوس ہوا کہ پانی کے اس قطرے نے خراب کلمات کا بھی اثر لیا ہے۔

جاپانی پروفیسر نے حال ہی میں آب زم زم پر بھی سیر حاصل تحقیق کی ہے اور جرمن تحقیق کاروں کی جانب سے کئے جانے والے اس دعوے کو رد کردیا ہے کہ انہوں نے آب زم زم کی خاصیت اور ہیئت ترکیبی کا پتا چلا یا ہے، پروفیسر ''مسارو ایموتو'' کا استدلال ہے کہ ان کی جانب سے آب زم زم کی بعض خصوصیات کا پتا ضرور لگایا گیا ہے لیکن ابھی تک آب زم زم کی مکمل خاصیت اور بالخصوص ہیئت ترکیبی کا پتا چلانا انتہائی مشکل کام دکھائی دیا ہے اور یہ ابھی تک تحقیق کے مراحل میں ہے۔ واضح رہے کہ ''ہیڈو یونیورسٹی'' کے بانی، جاپانی تحقیق کار اور پروفیسر ''مسارو ایموتو'' سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کے دورے پر بھی آئے تھے اور یہاں انہوں نے کئی لیکچر بھی دیئے تھے۔

واضح رہے کہ پروفیسر مسارو ایموتو ایک تحقیقی انسٹی ٹیوٹ چلاتے ہیں اور وہ گزشتہ دو دہائیوں سے پانی کی خصوصیات اور اس پر اثر انداز ہونے والے عوامل، بالخصوص قرآنی آیات کی اثر پذیری اور انسانی جنس و روح پر اس کے ہونے والے اثرات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس ضمن میں کئی اہم تحقیقات بھی کی ہیں، تازہ ترین تحقیقات میں تحقیق کار مسارو ایموتو نے آب زم زم کے حوالے سے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ یہ دنیا کا واحد پانی ہے جو اثر پذیری میں بے مثال ہے اور اگر اس پر ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھ کر دم کرلیا جائے تو اس کے اثرات میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کی جانب سے ہر بار کی جانے والی تحقیق میں آب زم زم اور عام پانی کے حوالے سے نئی باتیں سامنے آتی ہیں، جن سے اس بات کا بین اظہار ہوتا ہے کہ آب زم زم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک انعام ہے۔ مسارو نے اپنی تازہ تحقیق میں بتایا ہے کہ آب زم زم اللہ کی جانب سے ایک معجزہ ہے اور اس کا موازنہ دنیا میں کئی ایک ممالک کی جھیلوں، آبشاروں اور قدرتی پانی کے ذرائع سے لئے جانے والے پانی کے نمونوں سے کیا گیا تو اس بات کا انکشاف ہوا کہ آب زم زم کا ایک قطرہ دنیا بھر میں پائے جانے والے پانی کے ذخیروں کے مقابلے میں انتہائی اہم اور قیمتی ہے۔

جاپانی پروفیسر کا کہنا ہے کہ میں نے دیگر پانی کے کئی گلاسوں کے برابر پانی میں جب آب زم زم کا ایک قطرہ ملایا تو یہ دیکھ کر انتہائی حیرانی ہوئی کہ آب زم زم کے اثرات اس سارے پانی میں دکھائی دینے لگے، وہ اس سارے معاملے کو دیکھ کر انتہائی حیرانی کا شکار ہوگئے اور ان کو اسلام کا یہ پیغام صاف سمجھ میں آگیا کہ اچھائی کا اثر کیا ہوتا ہے؟ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک اچھا آدمی اپنے پاس موجود دیگر اچھے لوگوں کو بھی اچھا بنا سکتا ہے۔ مسارو نے یہ بھی کہا کہ ان کی جانب سے کی جانے والی عمیق اور مسلسل تحقیق میں اس بات کا بھی پتا چلا ہے کہ ہم عام پانی کی خصوصیات کو تبدیل کرسکتے ہیں لیکن کسی بھی طور پر باوجود کوششوں کے آب زم زم کی خاصیت کو تبدیل ہی نہیں کیا جاسکا جس پر ان کو بھی حیرانی ہوئی ہے۔

جاپانی تحقیق کار مسارو ایموتو کا کہنا ہے کہ انہوں نے پانی پر کئے جانے والے ''ورد'' کی تحقیق میں انوکھے اثرات پائے ہیں، ان کا کہنا تھا کہ ایڈولف ہٹلر، چنگیز خان اور مشہور و معروف قاتلوں کے نام لینے سے پانی کی ہیئت تبدیل ہوگئی اور اس کی خوردبینی شکل ڈراؤنی بن گئی جبکہ ''شکریہ'' اور ''اللہ'' کا نام لینے سے پانی کی خوردبینی شکل انتہائی خوبصورت ڈیزائن یا پھول میں تبدیل ہوگئی۔ یہ بات بھی انتہائی دلچسپ ہے کہ تحقیق کار اور پروفیسر ''مسارو ایموتو'' نے اپنی ملحقہ تحقیق میں یہ دعویٰ کر کے دنیا بھر کو حیران و ششدر کردیا تھا کہ کلام اللہ اور شیطانی کلام کا نا

صرف انسانی دماغ بلکہ روح اور حد تو یہ ہے کہ اس کلام کا پانی کے قطروں پر بھی زبردست اثر ہوتا ہے۔ اگر پانی کے گلاس میں یا ایک قطرے پر بھی کلام الٰہی پڑھ کر دم کر دیا جائے تو اس سے پانی کے قطرے یا پانی کی ماہیت پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور وہ اپنا رنگ ڈھنگ تبدیل کر لیتا ہے یعنی اس کو اس طرح سمجھا یا جاسکتا ہے کہ جب ہم کسی پھل یا سبزی کو افقی انداز میں کاٹتے ہیں تو اس کے اندر ہمیں ایک خاص قسم کی شکل یا ڈیزائن نظر آتی ہے جس کو ماہر علوم نباتات کی زبان میں خاکہ گل کا نام دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایک کھیرے کی دی جاسکتی ہے جس کو افقی انداز میں کاٹا جاتا ہے تو اس کے اندر واضح طور پر ایک پھول کی شکل بنی دکھائی دیتی ہے، جب پانی کے ایک قطرے پر اللہ کا کلام پڑھا گیا تو اس کے اثرات کو الیکٹرانک مائیکرو اسکوپ کی مدد سے ریکارڈ کیا گیا کہ اس نے اپنی شکل ایک پھول کی طرح بنالی ہے جو ایک ایسا ڈیزائن بھی کہا جاسکتا ہے کہ جو دیکھنے میں بھی خوب صورت نظر آتا ہے۔

کلام الٰہی کے انسانوں کے ساتھ ساتھ پانی پر ہونے والے اثرات پر تحقیق کرنے والے جاپانی پروفیسر کا کہنا ہے کہ ان کے اس کام کی ابتدا اس وقت ہوئی جب ان کو پتا چلا کہ مسلمان ممالک میں بسنے والے افراد اور بالخصوص خواتین اپنے بیمار بچوں پر قرآن پاک کی آیات پڑھ کر دم کرتی ہیں تو وہ صحت یاب ہوجاتے ہیں۔ اس بات کو محسوس کرنے کیلئے کہ آیا کلام الٰہی میں اس قدر اثر ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کی صحت پر اثر کرتا ہے؟ مسارو ایموتو نے اپنی تحقیق شروع کی۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا دل کہتا تھا کہ ایسا کوئی معاملہ ہے کہ قرآن کی آیات پڑھنے کی صورت میں پانی پر اثر پڑتا ہے اور یہ پانی انسانوں کی صحت پر اثر ڈالتا ہے پھر تحقیقات کے بعد یہ بات ثابت ہوگئی کہ پانی ہر قسم کے اثرات اور بالخصوص قرآنی آیات کا اثر لیتا ہے۔ جاپانی تحقیق کار کا یہ بھی کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے مسلمان معاونین کی مدد سے ایسے تجربات کئے ہیں جن کی مدد سے یہ پتا چلانا تھا کہ کیا کلام الٰہی (قرآن مجید کی آیات کریمہ) کا پانی پر اثر ہوتا ہے۔ بھارتی جریدے ''دکن کرونیکل'' میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں مسارو ایموتو کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ ان کو اس بات کا پتا چلا کہ دنیا کے کئی ممالک میں بسنے والے مسلمان اب بھی چھوٹی موٹی بیماریوں کا علاج خود قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کر کے کر لیتے ہیں اور اس طرح ان کے مریض صحت یاب بھی ہوجاتے ہیں۔

اپنی طویل تحقیق میں دنیا کو حیران و ششدر کر دینے والے جاپانی سائنسدان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کو کھانے اور پینے سے پہلے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنے کے اسلام کے حکم کا تحقیق کے بعد پتا چلا ہے کہ اس کے کیا روحانی فوائد ہوتے ہیں؟ یہ بات یاد رہے کہ پانی کی ماہیت اور اس کی اثر پذیری والے عوامل پر تحقیق کرنے والے جاپانی تحقیق کار اپنی ویب سائٹ کی مدد سے بیماروں کو ایسا پانی بھی فروخت کرتے ہیں جس پر کلام الٰہی پڑھا گیا ہوتا ہے، لیکن انہوں نے کبھی یہ بات ظاہر نہیں کی ہے کہ آیا یہ پانی کسی خاص معاشرے یا افراد کی مدد سے تیار کیا جاتا ہے یا کسی اور طریقے سے پانی کی مخصوص بوتلیں تیار کی جاتی ہیں۔ دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ پروفیسر ''مسارو ایموتو'' پانی کی جو بوتلیں تیار کرتے ہیں ان میں میوزک والا پانی، کلام الٰہی والا پانی اور قدرتی آوازوں والا پانی بھی شامل ہے۔ جاپانی پروفیسر کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر علاقے کا پانی الگ ماہیت اور خاصیت والا ہوتا ہے اور اس کے اثرات بھی خاص اور مخصوص ہوتے ہیں اور اس خاص علاقے کے رہنے والوں کی فطرت کا حصہ ہوتا ہے۔

پروفیسر مسارو ایموتو نے امریکہ، برطانیہ، لاطینی امریکہ، مشرق وسطیٰ، ایشیا، افریقا اور ساحلی و میدانی علاقوں سے ہر اقسام کا پانی لے کر اس پر تحقیق کی ہے اور ہر علاقے کے پانی کے اثرات کو مختلف پایا۔ پروفیسر کا استدلال ہے کہ پانی میں اللہ نے قوت سماعت، گویائی اور یادداشت رکھی ہے جب کہ اس میں ماحول سے متاثر ہونے کی بھی صلاحیت ہے، ان کا کہنا ہے کہ اگر تحقیق کی جائے تو یقیناً یہ بات درست ثابت ہوگی کہ قرآن کی ہر آیت کا پانی پر اثر الگ الگ ہوتا ہے لیکن ہمیں اس کیلئے الگ شعبہ تحقیق قائم کرنا ہوگا کیوں کہ اس کی وسعت ناقابل بیان ہے۔ ڈاکٹر پروفیسر ایموتو کا کہنا ہے کہ قدرت کی بنائی ہوئی ہر شے حتیٰ کہ پانی میں بھی ایسی صلاحیت ہے کہ وہ اللہ کا شعور رکھتا ہے بلکہ اس کا ذکر بھی کرتا ہے۔

معاصر رسائل و جرائد کی خدمت میں

ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور کی دوبارہ اشاعت کے بعد تمام رسائل جن کے تبادلہ میں ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور بھیجا جاتا تھا ان کو مسلسل ارسال کیا جار ہا ہے۔ اگر آپ کے مجلہ کے تبادلہ میں ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور موصول ہو رہا ہے تو اپنا جریدہ بھی ارسال فرمائیں تاکہ باہمی تبادلہ خیالات بھی ہوسکے۔ اگر آپ کا جریدہ شائع نہیں ہو رہا تب بھی اطلاع کیجئے تاکہ ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور کی ترسیل آپ کو جاری رہے۔ ادارہ

اپنے ہونے کا ثبوت دیجئے

ہماری کوشش تو ہے کہ ہر ماہ سبیل ہدایت آپ کی خدمت میں ارسال کیا جاتا رہے۔ اس بار بھی ہم سے تھوڑی سی کوتاہی ہوئی۔ یہ شمارہ ستمبر تا دسمبر 2018 کا مشترکہ شمارہ ہے۔ انشااللہ جنوری 2019ء سے ماہنامہ باقاعدہ ہر ماہ شائع ہوگا۔ جب بھی آپ کو ماہنامہ موصول ہو اس کی اطلاع بذریعہ فون، ایس ایم ایس، ای میل، یا خط ضرور دیں۔ اگر ماہنامہ کی کاپی آپ کو مس پرنٹ یا صفحات کی بے ترتیبی پر مشتمل موصول ہو تو اطلاع کر کے دوبارہ منگوالیں۔ کوشش کیجئے کہ کم از کم 5 احباب کو ماہنامہ جاری کروائیں تاکہ علم کی یہ شمع روشن رہے۔ ادارہ



قرآن کے بارے میں کیمبرج یونیورسٹی کی رائے

نزول قرآن سے پہلے سائنس اور ٹیکنالوجی کو اسرار نہانی یا ایسی مستثنیات خیال کیا جاتا تھا جو مخصوص جماعتوں کو حاصل ہوتی تھیں اور جن کو نہ ظاہر کیا جاتا تھا اور نہ جن کی اشاعت کی جاتی تھی۔

یونانیوں، چینیوں، ایرانیوں اور ہندوستانیوں کا علم نہایت محدود تھا۔ اس کو بیرونی دنیا میں پھیلانا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ افلاطون اعظم جیسے مشہور فلسفی نے ایک مرتبہ اپنے شاگرد ارسطو کو سرزنش کی تھی کہ اس نے علم کو عوام الناس کے لئے اس قدر سہل الحصول کیوں بنا دیا ہے۔

دنیا میں جس نے سب سے پہلے اپنے ماننے والوں کو علم کی اشاعت کرنے اور قدرت کے رازوں کو کھولنے اور نیچر کی قوتوں پر قابو پانے کا حکم دیا وہ صرف قرآن تھا۔ آیت 13:45 اور آیت نمبر 3-4:45

قرآن، علم کو ایک مقدس شے قرار دیتا ہے لہٰذا دینی اعتبار سے اس کو اسلامی نظام سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ قرآنی تہذیب و تعلیم کی حیثیت ہمیشہ سے ایک بنیادی عامل کی سی رہی ہے۔

قرآنی تہذیب کی بین الاقوامی اور وسیع المشربی نوعیت نے جو اس کے اسلامی انقلاب کی عالمگیر حیثیت سے اخذ کی گئی ہے اور جو اسلامی دنیا کے جغرافیائی اعتبار سے پھیلاؤ میں منعکس ہوئی ہے اس کو اس قابل کیا کہ وہ انسانی معاشرے میں حقیقی طور پر بین الاقوامی نوعیت کی اولین سائنس کو تخلیق کر سکی۔

ایک قادر مطلق کا عقیدہ انسان کی فطرت اور اس کے خمیر میں پیوست ہے۔ یہ شعوری کیفیت پیچھے کی طرف چل کر انتہائی قدیم تہذیبوں تک پہنچتی ہے۔ اس کی جڑیں انسان کے تصور اور جذبات میں قائم ہیں۔

قرآن اس شعور کو انسان کی عین فطرت قرار دیتا ہے۔

آیت 30:30 میں بتایا گیا ہے۔

☆ اس فطرت پر، جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

آیت 12:39 میں ارشاد ہوتا ہے۔

☆ کیا وہ لوگ جن کو علم ہے، ان کے برابر سمجھے جائیں گے جن کو علم نہیں ہے۔

احادیث

☆ علم حاصل کرو خواہ وہ چین میں ہو۔

☆ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

☆ عالم کے قلم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ افضل ہے۔

☆ بنی نوع انسان میں فضیلت و برتری کا معیار علم ہے۔

قرآن اور سنت میں ایسی صدہا عبارتیں ہیں جن میں علم کی اس طرح کے الفاظ میں تعریف کی گئی ہے۔

ابتدائی دینی جوش و جذبہ مسلمان سائنس دانوں میں خواہ وہ ریاضی داں ہوتے، خواہ ماہر طبیعیات، ہیئت داں یا ماہر کیمیا وغیرہ، بہت زیادہ تھا جب وہ خود کو سائنسی تحقیقات، دریافتوں، مشاہدات اور ایجادات کے لئے وقف کرتے اس وقت ان کے پیش نظر اللہ کی عظمت اور مخلوق کی خدمت کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔

تمدن کی عام ترقی کے لئے قرآنی سائنس کی اہمیت شک وشبہ سے بالاتر ہے اور اس کی بہت سی شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں جیسے حامل قرآن حضرات نے عربی ہند سے یورپ کو منتقل کئے اور اس سے بھی زیادہ اہمیت یہ ہے کہ (ہارورڈ یونیورسٹی) سائنس کی یادگار تاریخ میں مسلم سائنسدانوں کے ناموں کے لئے بڑی تعداد میں ابواب مختص کئے ہیں۔ جس کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ زیر غور زمانہ کو ان ہی سے نامزد کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ نوع بشر کا خاص کام حامل قرآن حضرات ہی نے انجام دیا تھا۔

ایک اور مثال اس مقام کی نشاندہی سے جو تمدن کی تاریخ میں قرآنی سائنس کو حاصل ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی پرنسٹن یونیورسٹی میں نصب سنگ مرمر کے ایک مجسمے سے دی جا سکتی ہے جو ایک ایسی اجنبی شخصیت کو ظاہر کرتا ہے جو ایک مشرقی طرز کے لمبے سے چغہ اور پرشکوہ دستار میں ملبوس ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک کھلا ہوا مخطوط ہے جس پر عربی رسم الخط میں تحریر "کتاب الحادی" لفظ پڑھے جا سکتے ہیں۔ یہ کہ جن لوگوں نے اس عیسائی عبادت گاہ کو وجود بخشا یا اس کو وقف کی شکل میں لائے۔ انہوں نے اس کتاب کے مصنف یعنی 9ویں صدی کے الرازی (رھیزیز) کو عیسائیوں کی عبادت گاہ کی جگہ پر دنیا کی عظیم ہستیوں کے درمیان نمائندگی کے قابل سمجھا۔ یہ بات اس مقام کے اظہار کے لئے کافی ہے جو تاریخ تمدن میں مسلم سائنس کو حاصل تھا۔

جہاں تک کتابوں یعنی قرآنی تہذیب کے مسودات و مخطوطات کا تعلق ہے اس کے بارے میں یہ جاننا کافی ہے کہ بہت کچھ تباہ و برباد کئے

جانے کے باوجود آج کے دن بھی تقریباً پانچ لاکھ مخطوطے اسلامی دنیا کے مختلف کتب خانوں اور یورپ اور امریکہ کی بڑی بڑی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ اس سرمایہ کا ایک بڑا حصہ سائنسی مضامین پر مشتمل ہے جن میں وہ اصلی تصانیف شامل ہیں جن کو مسلم فضلاء نے خود تحریر فرمایا۔ ان کتب خانوں کی تاریخ کا پوری طرح علم ہے۔ مثلاً

1- رے کا کتب خانہ جس میں 400 سے زیادہ بار شتر کے بقدر کتابیں تھیں۔ اور ان کی فہرست دس جلدوں پر مشتمل تھی۔

2- قاہرہ کا کتب خانہ جس میں چالیس گودام تھے اور ان میں علوم وفنون کی تمام شاخوں کی کتابیں موجود تھیں ان میں سے اٹھارہ ہزار وہ کتابیں تھیں جن کا تعلق قدیم علوم سے تھا۔

3- خلیفہ الحکم (1005ء) کے سب سے بڑے کتب خانے میں مطالعے کے کمرے، خصوصی مطالعے کے ہال اور اچھا مشاہیر پانے والے لائبریرین تھے۔ علماء اور فضلاء کو وظائف دیئے جاتے تھے تاکہ وہ اپنے مطالعہ کو جاری رکھ سکیں۔ وہاں جملہ علوم کی کتابیں موجود تھیں۔

4- موصل کا کتب خانہ جہاں طلبہ نہ صرف بغیر فیس دیئے مطالعہ کرسکتے تھے بلکہ ان کو کاغذ تک فراہم کیا جاتا تھا۔

5- شیراز کا کتب خانہ۔ اس کا انتظام ایک ناظم اور اس کے نائبین کے سپرد تھا۔

6- تمام حکمران اپنے محلات میں لوگوں کے قیام اور علوم کی مختلف شاخوں کے لئے کمرے بنواتے تھے۔ اور وہاں درس دینے کے لئے جو اساتذہ مقرر تھے ان کو مشاہرے دیئے جاتے تھے۔

7- امراء اور دولت مند حضرات بڑے بڑے کتب خانے قائم کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جاتے۔ ان کو فضلاء کی نگرانی میں چھوڑ دیا جاتا تھا جن کو بڑے بڑے وظائف ملتے تھے۔

8- 1043ء میں فسطاط کے کتب خانہ میں صرف فلکیات، ہندسہ اور فلسفہ پر 65000 کتابیں موجود تھیں۔

9- تمام مسجدوں، شفاخانوں، مقبروں، قبوں اور عبادت گاہوں سے ملحق بڑے بڑے کتب خانے ہوتے تھے لیکن تحریری مواد کی اس غیر معمولی کثرت سے یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ مسلمانوں کا علم صرف کتابی ہو کر رہ گیا تھا۔ بلکہ علم کی براہ راست مشاہدۂ قدرت اور تجربہ سے بھی حاصل کیا جاتا تھا۔ جس کا اظہار ہسپتال کی تحقیق تجربہ گاہوں اور مشاہداتی آلات و تجرباتی سامان دونوں سے ہوتا ہے۔

ڈاکٹر گستاؤ لیبان کی تاریخ صفحہ 329 جلد سوم میں مرقوم ہے۔ "بغداد کے کتب خانہ میں چالیس لاکھ کتابیں تھیں اور تنہا قاہرہ کے کتب خانہ میں 10 لاکھ مجلدات تھیں۔ طرابلس الشام کے کتب خانہ میں 30 لاکھ کتابیں تھیں جب کہ اکیلے اسپین میں مسلم انتظامیہ کے تحت سائنس، ریاضی اور فلسفہ پر 60 تا 80 ہزار کتابیں ہر سال لکھی جاتی تھیں۔ .... جاری ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے

کشمیر کہ بھارت، فلپائن کہ فلسطین
ہر فرشِ زمیں خونِ مسلماں سے ہے رنگین
ہم بوسنیا کے لئے اب تک رہے غمگین
اب چیچنیا ظلم کی چکی میں پِسا ہے
"اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمّت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے"

منہ پھیر کے اپنوں سے جو غیروں سے نباہی
پھر آئی گھٹاؤں کی طرح ہم پہ تباہی
خالی ہے رگِ جاں، نہ سرخی نہ سیاہی
اِس اُمّتِ مرحوم کا خوں اتنا بہا ہے
"اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمّت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے"

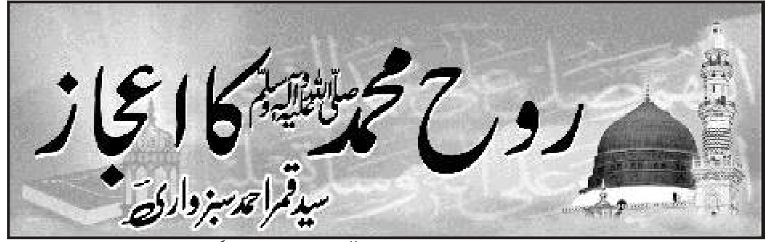
سمجھے تھے کہ اب روس سے اٹھے گا نہ طوفان
یہ 'اوس' و 'خزرج' کی روایت کے نگہبان
لیکن ہوئے پھر دست و گریبان مسلمان
تاریخ سے اس قوم نے منہ موڑ لیا ہے
"اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمّت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے"

للہ کرم کیجئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدارا
ہے کون سوا آپ کے اُمّت کا سہارا
رحمت کے طلبگاروں پہ رحمت کا اشارہ
بگڑا ہُوا ہر کام اسی در سے بنا ہے
"اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمّت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے"

مقتل میں جلّاد سے یارانے کی باتیں
پھر صحنِ حرم میں چلی بت خانے کی باتیں
پھر کعبۂ ایماں پہ لگائی گئیں گھاتیں
پھر ابرہہ طاغوت نے گھیراؤ کیا ہے
"اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمّت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے"

ہے بھائی کا خوں بھائی کے ہاتھوں پہ غضب ہے
پھر سب ہی مسلمان ہیں یہ بات عجب ہے
اِس گمرہیِ قوم کا آقا یہ سبب ہے
قرآن سے اور آپ سے بیگانہ ہُوا ہے
"اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمّت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے"

حضرت مولانا الطاف حسین حالیؒ کی طویل نظم پر ایک مختصر تضمین — تضمین نگار: سیّد ادیب رائے پوری



عیسائیت ، یہودیت اوران کے سرپرست یورپ، ان کے مبلغین کا یہ پرانا طریقہ رہا ہے کہ روح کائنات حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فکری اور عملی طور پر مقابلہ کرنے کے بجائے دوسرے کے پاؤں کاٹ کر اپنا قد بڑھانے کی کوشش کرتے چلے آرہے ہیں جو بجائے خود چھوٹی بات ہے۔ مغل راج کے اختتام اور متحدہ ہندوستان پر مکمل قبضہ پانے کے لئے برطانوی سامراج کے فکری ہراول دستوں نے بھی یہی منطق اختیار کرنے کی کوشش کی۔ حضور سرور کائنات ﷺ اور اسلام کے حوالہ سے ایسی باتیں کی جانے لگیں جن کا پورے فسانہ میں ذکر تک موجود نہیں تھا۔

ان کی ترغیب اور اتباع میں سوامی دیانند سرسوتی اور ان کے چیلوں نے بھی انگریز پادریوں اور برطانوی حکمرانوں کی بنائی ہوئی اسی شاہراہ کو اختیار کر کے حضور ﷺ کی ذات کے بارے میں بے سروپا باتیں کر کے مسلمانوں کی دل آزاری اور اپنے مذاہب کی تبلیغ کیلئے منفی اندازِ فکر کو اپنا کر اپنے لئے راستہ صاف کرنے کی کوشش کی حالانکہ عظمت کا اعتراف کیا جائے اور پھر اپنی بہترین شے کو انسانی مارکیٹ میں پیش کیا جائے۔

اصل میں تخلیق کائنات میں سب سے بڑی تخلیق آپ ﷺ ہی کی ذات ہے، آپ کا حسن عمل سراپا خیر ہے، آپ نے جامعہ معاشروں کو روبہ انقلاب کر کے رکھ دیا، بیشتر انقلاب اور سماجی تبدیلیاں آپ کے حسن کردار کے نتیجہ کی پیداوار ہیں، دنیا میں پہلی بار ۳۶۰ بتوں سے واقعی نجات نہ دلائی گئی، توحید کے بارے میں سائنسی نقطہ نظر پہلی بار سامنے آیا، ذات پات، نسلی تفاخر کے بتوں کو بھی آپ ہی نے پاش پاش کیا ، غلامی کی کراہت کو اجاگر کیا۔ بچیوں کو زمین میں گاڑنے کی قبیح رسم کو ختم کر کے عورت کو عظمت بخشی جس کی کہ وہ واقعی حقدار ہے اور مستحق تھی ۔ بیویوں کی تعداد میں قدغن عائد کی ۔ انہیں برابری کا حق تفویض کیا، معاشی مساوات برپا کی، حریت فکر کا پرچم بلند کیا، جارحانہ جنگی فلسفہ میں تبدیلیاں کیں، جنگی قیدیوں کی عزت نفس بحال کی، انسانی خون کی ارزانی کو ختم کیا، نشوں کا خاتمہ کیا، قوموں میں برابری اور بھائی چارے کو روبہ عمل کیا، غیر مذاہب کے پیروکاروں کی خدمت کی، عزت بخشی، ان کی پھیلائی گندگی سے زمین مقدس کو خود بہ نفس نفیس صاف کیا، عظیم ترین شخصیت، آخری پیغمبر، اسلامی ریاست کے بانی، قائد، سربراہ ہونے کے باوجود خود کو کسی پر ترجیح نہ دی، تقویٰ اور خدا خوفی کو ترجیح و تفضیل کا منبع قرار دیا، تاجر، مبلغ، قائد، حاکم، بھائی ، دوست، ساتھی، بیٹا، باپ، خاوند، گویا تمام انسانی رشتوں اور شعبوں میں راہنمایانہ کردار ادا کر کے شاہراہ زندگی پر درمیانی اور مثبت انداز سے زندگی بسر کرنے کا عملاً مظاہرہ کیا کہ تمام دنیا کو راہنما میسر آسکے یتیموں، بیواؤں، بچوں ، بوڑھوں، کی عزت نفس بحال کی، بادی النظر میں شاید یہ باتیں عام ہوں لیکن جب بھی دقت نظر سے افراد و اقوام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ انتہائی مشکل اُمور ہیں۔ جو کسی ایک ذات پر مجتمع دکھائی دیئے، یہی عظمت و کردار تھا جس کی وجہ سے آپ عقیدت مندوں کی صحبت کا مرکز بن گئے، اپنے عمل کی وجہ سے تو آپ مشرکین مکہ کے بھی محبوب تھے آپ پر پتھر بھی پھینکتے تھے اور امانتیں بھی آپ کے پاس محفوظ خیال کرتے تھے، حجر اسود کو اپنے مقام پر رکھنے کے ایسے شدید اختلافی مسئلہ کے حل کیلئے بھی آپ ہی کا حکم مانتے تھے، یہی وہ عمل ہے کہ خدائے بلند و برتر نے بھی ایسے ہی احکام صادر کئے کہ آپ کی آواز سے اونچی بات کرنا اسلام سے انحراف ہے، آپ کے حکم کو ٹالنا شرک ہے کفر ہے، کیونکہ آپ کی مرضی تو کسی بھی بات میں کبھی بھی شامل نہیں رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اس قدر برگزیدہ اور اتنا بڑا فرمانبردار چشم فلک نے نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں ۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم نے حضور ﷺ کی پیروی کی تو تم میرے محبوب بن جاؤ گے گویا ہر وہ فرد محبوب خدا بن گیا جس نے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی۔ اس سے بڑھ کر اعزاز، عظمت، اور بزرگی اور کسے کہتے ہیں لیکن نظام زر، جاگیرداری ، سرمایہ داری، طاغوتی قوتیں، لرزہ براندام ہوگئیں ۔ کوئی بہتر نظام پیش کرنے کے بجائے بے سروپا باتوں کا سہارا لینے کی کوششیں کی گئیں، انگریزی سامراج کے مشہور گماشتے پادری سی جی فینڈر نے تجویز پیش کی کہ ہندوستانی مسلمانوں سے روح محمد نکالنے کے لئے حضور ﷺ کی کوئی ایسی سوانح عمری طبع کی جائے جس میں ایسی باتیں آپ سے منسوب کی جائیں جس سے آپ کا کردار مسخ ہو سکے تاکہ مسلمانوں کو گمراہ کیا جاسکے۔

یورپ کے ایک انگریز عالم سر ولیم میور نے انگریزی پڑھے لکھے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے خود بھی یہی ''کارنامہ'' سرانجام دیا۔ مسلمان زیر ہو چکے تھے، انگریز ایک بدمست ہاتھی کی طرح چنگھاڑ رہا تھا، غلامی کی زنجیریں پختہ سے پختہ کی جا چکی تھی، مسلمانوں کی تذلیل کی نئی راہیں وضع

کی جارہی تھیں انگریز اہل قلم میں بھی کچھ منصف مزاج لوگ تھے۔ چنانچہ ایڈورڈ گبن، فیفری ہگنز، تھامس کارلائل اور جاہن ڈیون پورٹ نے اس سلسلہ میں پوری دیانتداری سے اپنے دنیائے وطن سے مختلف راہ اختیار کر کے حضور ﷺ کے بارے میں متوازن ترین راہ اپنا کر آپ سے پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کی جس کیلئے مسلم ورلڈ کو بجاطور پر ان کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کے ادبار کے زمانہ میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے انصاف کو ترک کرنے کوشش نہ کی۔

علامہ اقبال مرحوم اسلام کے جدید ترین شارح تھے۔ روح عصر سے کماحقہ واقف تھے۔ انہیں اسلام عہد جدید میں ایک ابھرتی ہوئی قوت کے طور صاف دکھائی دے رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہندی مسلمانوں کیلئے وطن کی ضرورت کا شدت سے اظہار کیا۔ چنانچہ انہوں نے ارمغان حجاز میں ابلیس کی پریشانی کو بھانپنے کے بعد نشاندہی کی کہ ابلیسیت کو اشتراکیت سے خطرہ نہیں ہے مسلمانوں سے خطرہ ہے چنانچہ آپ نے اپنی فکری قوتوں کو حکم دیا کہ اگر نظام زر، سرمایہ داری، جاگیرداری کے طاغوت کو زندہ رکھنا ہے تو پھر مسلمانوں کے دلوں سے روح محمد ﷺ کو نکال دیں تمام راستے کھل جائیں گے، رشدی سے یورپ اور اس کے سرپرست اور شیطان کبیر (امریکہ) نے اسی مقصد کیلئے شیطانی کتاب لکھوا کر جائزہ لینے کی کوشش کی کہ روح محمد ﷺ سے سرشاری مسلمانوں میں کس مقدار میں موجود ہے۔ اور اس کے بعد وقفے وقفے سے کبھی گستاخانہ خاکوں، کبھی توہین آمیز فلموں اور آزادیٔ اظہار رائے کی آڑ میں مختلف میڈیا استعمال کر کے روح محمد ﷺ سے مسلمانوں کو بیزار کیا جائے۔

ابھی میں اپنا یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ برادرم ڈاکٹر محمد اظہر وحید کا کالم روزنامہ نئی بات لاہور میں شائع ہوا جس میں انہوں نے میرے دل کی بات کہہ دی اور روح محمد ﷺ کا اعجاز واضح کر دیا۔ اب میں اپنا مضمون انہی کے کالم سے آگے بڑھاتا ہوں۔ لکھتے ہیں۔

برسوں نہیں عشروں کی بات ہے' ایک معروف قومی روزنامے میں فضل حق مرحوم "گاہے گاہے باز خواں" کے عنوان سے شگفتہ شگفتہ کالم لکھا کرتے تھے۔ وہ اپنی مخصوص شگفتگی اور برجستگی میں باتوں ہی باتوں میں بہت کام کی بات بتادیا کرتے۔ اللہ غریقِ رحمت کرے، ان کا ایک کالم ابھی تک حافظے کی لوح پر مکمل جزئیات کے ساتھ محفوظ ہے۔ کالم نگار موصوف اپنے عالمِ شباب میں یورپ کی سیر کو نکلے، اس زمانے میں پاکستانیوں کو یورپ میں داخلے کیلئے ایئرپورٹ ہی پر ویزا مل جایا کرتا تھا۔ اسپین کے سفر نامے کا ایک واقعہ یوں رقم کرتے ہیں کہ وہاں قیام کیلیے سستی جگہوں میں ایک جگہ وائی ایم سی اے ہال ہے۔

آمدم برسرِ موضوع' فضل حق مرحوم بتاتے ہیں کہ اسپین میں وائی ایم سی اے ہال باہر سے آنے والے طالبعلم سیاحوں کو مفت رہائش مہیا کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں' وہاں میری دوستی آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر سے ہوگئی، وہ تاریخ کا پروفیسر تھا، اس نے ساری عمر تاریخ پڑھائی تھی، اور ریٹائرمنٹ کے بعد اب وہ دنیا کا جغرافیہ کھنگالنے کیلئے دیس بدیس گھوم رہا تھا۔ بقول فضل حق مرحوم' ہم سارا دن اسپین کے تاریخی مقامات کی سیر کرتے، پروفیسر مجھے ان کی تاریخی اہمیت بڑی فراخدلی سے بتاتا، شام کو تھکے ماندے واپس لوٹتے مختلف موضوعات پر اس کی دانشورانہ گفتگو سے میں خوب مستفید ہوتا۔ ایک بار میں نے پروفیسر سے پوچھا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی یہاں مسلمانوں نے سات سو سال حکومت کی ہے لیکن ان کے آثار ماسوائے چند ایک محلات اور ایک مسجد کے کہیں نظر ہی نہیں آتے، یوں لگتا ہے جیسے مسلمانوں کو اچانک زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا، گویا مسلمان اس خطے میں کبھی آباد ہی نہیں تھے۔ پروفیسر بولا' یہ سوال صرف تمہارے ذہن میں نہیں آیا بلکہ یہ سوال اس دور میں عیسائی فاتحین کے ذہن میں بھی پیدا ہوا تھا کہ مسلمان یہاں ہرچہ بادا باد کہتے ہوئے آباد ہوتے ہیں اور پھر اس قدر آسانی سے پسپا بھی ہو گئے ہیں۔۔۔۔ آخر اس کی کیا وجوہات تھیں۔ چنانچہ اس دور میں فرڈیننڈ نے دانشوروں کی ایک کمیٹی تشکیل دی کہ وجہ کا پتہ لگایا جائے۔ گئے وقتوں میں بادشاہ قسم کے لوگ دانشوروں کی مشاورت کو اُمورِ جہاں بانی کیلئے ضروری تصور کرتے تھے۔ فرڈیننڈ کی بنائی ہوئی اس کمیٹی نے کئی برس کی تحقیق کے بعد ایک رپورٹ پیش کردی، اسے پڑھنے کے بعد بادشاہ نے وہ دستاویز جلانے کا حکم دیا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس تحقیق کی خبر مسلمانوں تک پہنچے۔ فضل حق کہتے ہیں' میں نے پوچھا کہ وہ کیا راز تھا، جو جلا دیا گیا؟ عشروں قبل پڑھے گئے کالم کا وہ ایک جملہ مجھے ابھی تک لفظ بہ لفظ یاد ہے۔ پروفیسر نے کہا' میرے بچے! تاریخ بڑی ظالم چیز ہے، تاریخ کی نظروں سے بچانے کیلئے جس تحریر کو جلایا جاتا ہے' تاریخ اس کا بھی ریکارڈ رکھتی ہے کہ کیا جلایا گیا تھا۔ اس رپورٹ میں درج تھا کہ مسلمانوں کی قوت کا سبب وہ محبت ہے جو وہ اپنے رسول ﷺ سے رکھتے ہیں۔ جب تک ان کے دلوں میں یہ محبت موجود رہتی ہے' وہ دنیا کی ناقابلِ شکست قوت ہوتے ہیں، جب ان کے ہاں اس محبت میں کمی واقع ہوجاتی ہے' وہ بھیڑ بکریوں کی طرح منتشر ہوجاتے اور اپنے حریفوں کیلئے تر نوالہ ثابت ہوتے ہیں۔

دراصل ہماری طاقت اور کمزوری دونوں کے درست ناقد اور معترف ہمارے حریف ہوتے ہیں۔ ہم خود کو اپنے دشمن کی نظر سے دیکھیں تو ہم پر اپنی خامیاں اور خوبیاں دونوں آشکار ہوجاتی ہیں۔ آج بھی ایسا ہوتا ہے، گاہے

گاہے اہلِ یورپ مسلمانوں میں زندگی کی رمق دیکھنے کیلئے ایک لٹمس ٹیسٹ کرتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں کہ اہلِ اسلام میں کس خطے کے مسلمانوں میں مزاحمت پیدا ہوئی ہے، جہاں وہ مزاحمت دیکھتے ہیں وُہاں حملے کو مؤخر کردیتے ہیں۔ جہاں احتجاج کی کوئی لہر نہیں دیکھتے سمجھ لیتے ہیں کہ مسلم جغرافیے کی اس پلیٹ پر آسانی سے ہاتھ صاف کیا جاسکتا ہے۔ اہلِ اندلس اس ٹیسٹ میں فیل ہوگئے تھے، تاریخ بتاتی ہے کہ عیسائی مبلغین اس زمانے میں توہین رسالتؐ کے کلمات مشتہر کیا کرتے تھے، ابتدا میں مسلم قاضی انہیں سزا دیا کرتے تھے، وہ ردّعمل میں مزید "خودکش مبلغ" تیار کرلیتے تھے، کچھ عرصے بعد سلطان اور قاضی نے فیصلہ کیا کہ انہیں سزا نہ دی جائے، بس انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد کی تاریخ گواہ ہے کہ اہلِ اندلس کو قدرتِ کاملہ نے بھی اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

راز یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ہالہء رحمت سے نکل جائے وہ اپنے اعمال اور اعمال کی عاقبت کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ بقول حضرت واصف علی واصفؒ رحمتِ حق کی تعریف ہی یہ ہے کہ رحمت ہمیں ہمارے اعمال کے نتیجے سے بچاتی ہے"۔ رحمتِ حق تعالیٰ کی مجسّم صورت رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں.... جب تک انؐ کے دامانِ رحمت سے وابستگی رہے گی' ہم اپنے اعمال کی عاقبت اور عقوبت سے محفوظ رہیں گے، جس دم دامانِ شفاعت سے بے تعلقی کا اظہار شروع ہوگا، پکڑ لیے جائیں گے۔ وابستگی کا اظہار سب سے پہلے جذبات کی صورت میں ہوتا ہے، پھر اعمال کی صورت میں۔ وابستگی کا اصل امتحان جذبات کا میدان ہے، اس میدان میں اگر مصلحت آڑے آجاتی ہے تو سمجھ لیجیے' ہم عمل سے نکل کر فلسفے کے چیستاں میں داخل ہوگئے ہیں۔ جذبہ.... قوّتِ عمل ہے۔ قوّت نکال دی جائے تو عمل چہ معنی دارد!

حیرت انگیز پیشنگوئیاں 6

سید قمر احمد سبزواری

قارئین کرام! حیرت انگیز پیشنگوئیوں کا یہ سلسلہ قسط وار ہے جس میں اپنوں اور پرایوں کی پیشن گوئیوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ ان پیشن گوئیوں سے تو ایسا لگتا ہے کہ ہم جس دَور میں جی رہے ہیں اس میں ان کا آغاز ہو چکا ہے۔ جیسے آپ ملکی اور بین الاقوامی تیزی سے بدلتے ہوئے حالات دیکھ رہے ہیں اور وہ وقت زیادہ دور نہیں امریکا اور اسرائیل کی تباہی و بربادی اور ہندوستان کے بھی حصے بخرے ہونے ہیں۔ اور انشاء اللہ پاکستانی قوم کو پوری دنیا کی امامت کا فریضہ سرانجام دینا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نظام پوری دنیا میں رائج کرنا ہے۔ لیکن اس کیلئے ہمیں تیاری کرنا ہے۔ ہمیں مادی، سیاسی، اور روحانی طور پر اپنے آپ کو بدلنا ہوگا۔۔۔۔۔ادارہ

دجال کا فتنہ

دجال کے فتنہ کی طرف متعدد احادیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ دجال سے مراد ہے وہ جھوٹا شخص جو قیامت کے قریبی دَور میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ تورات اور انجیل میں بھی دجال کے فتنے کی طرف اشارے موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث کے مطابق ہر پیغمبر اور نبی نے اپنی امت کو دجال کے فتنے سے خبردار کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ پیدائش آدم اور قیامت کے درمیان دنیا میں سب سے بڑا فتنہ دجال کے سوا کوئی نہیں۔ بعض جدید مفسرین نے دجال کو کوئی خاص شخصیت ماننے سے انکار کیا ہے۔ ان کے مطابق دجال سے مراد مادر پدر آزاد جدید مغربی تہذیب ہے جو عیسائیت کے غلط اور اسلام کے دشمن فرقے (پراسٹنٹ وغیرہ) کے افکار کی پیداوار ہے۔ یعنی جس طرح دجال ایک جھوٹا مسیح ہوگا' مغربی عیسائیت جھوٹی ہے۔ دجال کی آنکھ سے مراد مغربی تہذیب کا یکطرفہ مادی الذات کا فلسفہ ہے۔ دجال کی جنت اور دوزخ سے مراد مغربی تہذیب کی آسان مادی راحتیں اور روحانی اذیت کا باعث حرام کا رِواج ہے۔ ہمارے نزدیک اس تعبیر میں خاسا وزن ہے لیکن قدیم صحایف کی پیشنگوئیوں' احادیث مبارکہ کے الفاظ اور بعض مشہور Sears کی غیب بینیوں کو سامنے رکھیں تو دجال یقیناً ایک خاص شخصیت ہوگا اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہوگا۔ مختلف احادیث جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح الدجال (مسیح ہونے کا جھوٹا دعویدار) پستہ قدٗ ایک آنکھ بیٹھی ہوئی اور دوسری پر موٹا ناخونہ ہوگا۔۔ اس کی آنکھوں کے درمیان غیر مرئی'' کافر'' لکھا ہوگا جسے ہر مومن آسانی سے پڑھ سکے گا خواہ وہ ناخواندہ ہو۔ اس کے جسم پر بکثرت بال اُگے ہوں گے سر کے بال گھنگھریالے ہونگے۔ وہ شام اور عراق کے درمیاں شاہراہ سے خروج کرے گا اور دائیں بائیں فساد پھیلاتا آگے بڑھے گا۔ چالیس دن تک زمین پر چلے گا۔ اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر' دوسرا دن ایک ماہ کے برابر' تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ بادل کی تیزی کے ساتھ سفر کرے گا۔ اس کے ساتھ اپنی دوزخ اور جنت ہوگی' جو شخص اس کی دعوت پر اس کی جنت میں داخل ہوگا وہ دراصل دوزخ میں جائے گا۔ وہ لوگوں کو اپنے دین کی طرف بلائے گا۔ ابتدا میں آسمان وزمین اس کا حکم مانیں گے' اگر وہ بارش کا حکم دے گا تو بارش آئے گی۔ زمین کو حکم دے گا وہ دفینے نکال دے گی۔ ایک جرّی مسلمان اسے چیلنج کرے گا' دجال اسے قتل کرے

گا پھر زندہ کرے گا (جیسے حضرت عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے) لیکن وہ مرد اس کی قدرت کو تسلیم نہیں کرے گا۔ تاہم اصفہان (ایران) کے ہزاروں یہودی دجال کے پیروکار بنیں گے۔ اس زمانے میں عربوں کی آبادی کم ہوگی۔ دجال مدینہ کی جانب جانے کی کوشش کرے گا لیکن داخل نہ ہو سکے گا' اُحد کے مقام سے وہ شام کی طرف لوٹ جائے گا۔ دجال کے نکلنے کا مقام خراسان ہوگا' بہت سے لوگ جن کے چہرے ڈھال کی طرح تہہ بہ تہہ ہونگے اس کی اطاعت قبول کریں گے۔ وہ ایک سفید گدھے پر سوار ہوکر نکلے گا۔ وہ لوگوں کو مُردوں کو زندہ کرنے کی کرامت سے خود کو مسیح موعود ہونے پر قائل کرے گا۔ دجال باب لُد (اسرئیل میں ایک مقام) پر اپنے تماشے دکھانے میں مصروف ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہونے کے بعد تلاش کرتے ہوئے' اسے وہاں پائیں گے اور اسے جنگ میں قتل کریں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ' دجال دنیا میں چالیس سال تک رہے گا لیکن سال چھوٹے ہونگے یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔

غالباً حضرت عیسیٰؑ کی زمین پر دوبارہ آمد کا مقصد حقیقی عیسائیت کے متعلق نصاریٰ کو آگاہ کرنا ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے قریب ہر اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے گا۔ اس کا مفہوم یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کا خلاصہ یہ ہے: ابن مریمؑ قیامت آنے سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے۔ وہ دمشق (شام) کے مشرق میں ایک سفید مینارہ پر آسمان سے فرشتوں کی معیت میں نازل ہونگے' اس وقت انہوں نے زرد لباس پہن رکھا ہوگا ان کے سر سے موتیوں طرح قطرے ٹپکیں گے۔ اس وقت مسلمان یاجوج ماجوج کی غارتگری سے پریشان ہوں گے' اللہ کے اشارے پر ابن مریم علیہ السلام مومنین کی ایک جماعت لیکر ایک پہاڑ پر چلے جائیں گے اور جب یاجوج ماجوج ایک وبا سے ہلاک ہو جائیں گے تو نیچے آئیں گے۔ لیکن اس سے پہلے وہ دجال کو باب لُد پر قتل کریں گے۔ حضرت عیسیٰؑ باقاعدہ حکومت کریں گے' وہ مسلمانوں کے ساتھ اور اسلام پر ہونگے' صلیب کو توڑ دیں گے (یعنی عیسائیت کی دو اہم علامات کا خاتمہ کریں گے' ممکن ہے ویٹکن میں صلیب کو توڑیں اور وہاں جنگ برپا ہو) وہ نکاح کریں گے' ان کی اولاد بھی ہوگی' وہ دنیا میں پینتالیس سال تک رہیں گے اور انہیں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک خالی قبر کی جگہ پر دفن کیا جائے گا۔ حضرت ابن مریم کے دور حکومت میں برکت ہی برکت ہوگی۔ ایک حدیث کے مطابق حضرت عیسیٰؑ دنیا میں سات برس رہیں گے' اس کے بعد شام کی طرف سے ایک ہوا چلے گی اور دنیا میں تمام اہل ایمان کو ہلاک کر دے گی صرف بدکار لوگ باقی رہ جائیں گے جن پر قیامت قائم ہوگی۔

حضرت مہدیؑ کی فساد اور فتنہ کی سرکوبی کیلئے آمد

ایک حدیث کے مطابق قیامت سے پہلے غیر معمولی واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی ترتیب کچھ اس طرح ہوگی: سب سے پہلے ایک زبردست دھواں ہوگا جو چالیس دن تک مشرق سے مغرب تک چھایا رہے گا (غالباً تیسری عالمی جنگ میں ایٹمی اور آتشی ہتھیاروں کے استعمال کے نتیجے میں پیدا ہونے والے دھوئیں کی طرف اشارہ ہے)

اس کے بعد دجال کی آمد پھر زمین سے ایک انسانوں کی طرح بولنے والے جانور کا ظہور جو بہت تیز چلے گا۔ اس کے بعد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' پھر حضرت عیسیٰؑ کی آمد' پھر یاجوج ماجوج' پھر تین بڑے زلزلے (زمین کا دھنس جانا)۔

اس کے بعد جنوبی عرب سے نکلنے والی آگ اور تیز ہوا۔ بعض حدیثوں میں یہ ترتیب مختلف بھی ہوگئی ہے۔ ایک اہم پیشگوئی فتنہ عام کی ہے' یعنی دنیا میں زبردست افراتفری اور فساد پھیلے گا' غالباً اسی فساد اور فتنہ کے حالات پر کنٹرول کے لئے' حضرت مہدیؑ آئیں گے' حضرت مہدیؑ کے بارے میں پیشگوئیوں کا خلاصہ یہ ہے: مہدی عرب کی سرزمین پر حکومت کرے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل سے ہوگا' اس کا نام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ہوگا وہ زمین کو عدل اور انصاف سے معمور کرے گا اور سات برس حکومت کرے گا۔ حضرت مہدی کی آمد کے بعد دوسرے واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔ احادیث میں قیامت کے قریبی زمانے میں جن بڑی جنگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ زیادہ تر مسلمانوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین ہونگی۔ ایک ایسی ہی جنگ کے متعلق حدیث پاک کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کردہ ایک حدیث کے مطابق دجال کے نمودار ہونے سے ذرا پہلے نصاریٰ اور عربوں کے درمیان ایک عظیم معرکہ بپا ہوگا' چار دن تک لشکر آپس میں ٹکرائیں گے اور اس کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگی۔ لشکروں کا پھیلاؤ اس قدر زیادہ ہوگا کہ اگر کوئی پرندہ لشکروں کے اوپر سے گزرے گا تو عبور نہ کر سکے گا اور گر جائے گا لڑائی کے فوراً بعد مسلمانوں کے لشکر کو دجال کی اطلاع ملے گی اور وہ اس کی طرف مقابلے کے لئے روانہ ہونگے۔ غالباً آخری جنگ یہودیوں سے ہوگی۔ حدیث یہ ہے: ''قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک مسلمان یہودیوں سے نہ لڑیں' پس ماریں گے مسلمان یہودیوں کو یہاں تک کہ یہودی پتھر کے پیچھے چھپتا پھرے گا یا درخت کے پیچھے اور

پتھر یا درخت کہے گا' اے مسلمان' اے اللہ کے بندے اِدھر آمیرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے اس کو مار ڈال' مگر غرقد کا درخت ایسا نہ کہے گا کہ وہ یہودیوں کا قومی درخت ہے'' اس سے اندازہ ہوا کہ زمین پر یہودی جو فتنہ وفساد اٹھائیں گے' درخت اور پہاڑ بھی اس سے تنگ آجائیں گے۔ دُنیا کی کوئی جگہ اور کوئی چیز یہودیوں کے فتنہ وفساد سے محفوظ نہ رہے گی۔ گویا احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہودی ایک بار پھر دُنیا میں بہت بڑا فتنہ برپا کریں گے' مسلمان نصاریٰ سے جنگ کریں گے اور یہ جنگ فلسطین اور شام کے میدانوں میں ہوگی۔ یہودی غالباً نصاریٰ کو جنگ میں جھونکیں گے۔ اس کے بعد یہودیوں کی مسلمانوں سے براہ راست جنگ ہوگی۔ اس وقت دجال اپنے لشکروں کے ساتھ خروج کر چکا ہوگا۔ دجال کے لشکر میں یہودی پیش پیش ہوں گے۔ دجال کے ساتھ جنگ میں مسلمان لشکروں کی قیادت ابنِ مریمؑ کریں گے۔



اصل سکندر اعظم کون؟

شیخ عرفان احمد ایڈووکیٹ

سکندر اعظم کون تھا، مقدونیہ کا الیگزینڈر یا تاریخ اسلام کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ یہ وہ سوال ہے، جس کا جواب دینا دنیا بھر کے مورخین پر فرض ہے۔ آج ایس ایم ایس کا دور ہے، موبائل کا میسجنگ سسٹم چند سیکنڈ میں خیالات کو دنیا کے دوسرے کونے میں پہنچا دیتا ہے۔ جدید دور کی اس سہولت سے اب قارئین اور ناظرین بھی بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ گزشتہ روز کسی صاحب نے پیغام بھجوایا'' کاش آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر کالم لکھا ہوتا۔'' پیغام پڑھنے کے بعد اس وقت سوچ رہا ہوں کہ مقدونیہ کا الیگزینڈر سکندر اعظم تھا یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ ہم نے بچپن میں پڑھا تھا مقدونیہ کا الیگزینڈر 20 سال کی عمر میں بادشاہ بنا۔ 23 سال کی عمر میں مقدونیہ سے نکلا، اس نے سب سے پہلے پورا یونان فتح کیا، اس کے بعد وہ ترکی میں داخل ہوا، پھر ایران کے دارا کو شکست دی، پھر وہ شام پہنچا، پھر اس نے یروشلم اور بابل کا رخ کیا، پھر وہ مصر پہنچا، پھر وہ ہندوستان آیا، ہندوستان میں اس نے پورس سے جنگ لڑی، اپنے عزیز از جان گھوڑے کی یاد میں پھالیہ شہر آباد کیا، مکران سے ہوتا ہوا واپسی کا سفر شروع کیا، راستے میں ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہوا اور 323 قبل مسیح میں 33 سال کی عمر میں بخت نصر کے محل میں انتقال کر گیا، دنیا کو آج تک بتایا گیا، وہ انسانی تاریخ کا عظیم جرنیل، فاتح اور بادشاہ تھا اور تاریخ نے اس کے کارناموں کی وجہ سے اسے الیگزینڈر دی گریٹ کا نام دیا اور ہم نے اسے سکندر اعظم یعنی بادشاہوں کا بادشاہ بنا دیا، لیکن آج پندرھویں صدی ہجری کے چالیسویں سال کے پہلے دن میں پوری دنیا کے مورخین کے سامنے یہ سوال رکھتا ہوں کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے الیگزینڈر کو سکندر اعظم کہلانے کا حق حاصل ہے؟ میں دنیا بھر کے مورخین کو سکندر اعظم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فتوحات اور کارناموں کے موازنے کی دعوت دیتا ہوں، آپ بھی سوچئے الیگزینڈر بادشاہ کا بیٹا تھا، اسے دنیا کے بہترین لوگوں نے گھڑسواری سکھائی، اسے ارسطو جیسے استادوں کی صحبت ملی تھی اور جب وہ بیس سال کا ہو گیا تو اسے تخت اور تاج پیش کر دیا گیا، جب کہ اس کے مقابلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی 7 پشتوں میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا تھا، آپ بھیڑ بکریاں اور اونٹ چراتے چراتے بڑے ہوئے تھے اور آپ نے تلوار بازی اور تیر اندازی بھی کسی اکیڈمی سے نہیں سیکھی تھی۔ سکندر اعظم نے آرگنائزڈ آرمی کے ساتھ 10 برسوں میں 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا تھا، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 10 برسوں میں آرگنائزڈ آرمی کے بغیر 22 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا اور اس میں روم اور ایران کی دو سپر پاور بھی شامل تھیں۔ آج کے سیٹلائٹ، میزائل اور آبدوزوں کے دور میں بھی دنیا کے کسی حکمران کے پاس اتنی بڑی سلطنت نہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف گھوڑوں کی پیٹھ پر فتح کرائی تھی، بلکہ اس کا انتظام وانصرام بھی چلایا تھا، الیگزینڈر نے فتوحات کے دوران اپنے بے شمار جرنیل قتل کرائے، بے شمار جرنیلوں اور جوانوں نے اس کا ساتھ چھوڑا، اس کے خلاف بغاوتیں بھی

ہوئیں اور ہندوستان میں اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار بھی کر دیا، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کسی ساتھی کو ان کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ ہوئی، وہ ایسے کمانڈر تھے کہ آپ نے عین میدان جنگ میں عالم اسلام کے سب سے بڑے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور کسی کو یہ حکم ٹالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفے کی گورنری سے ہٹا دیا۔ آپ نے حضرت حارث بن کعب رضی اللہ عنہ سے گورنری واپس لے لی۔ آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مال ضبط کر لیا اور آپ نے حمص کے گورنر کو واپس بلا کر اونٹ چرانے پر لگا دیا، لیکن کسی کو حکم عدولی کی جرأت نہ ہوئی۔

الیگزینڈر نے 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا، لیکن دنیا کو کوئی نظام، کوئی سسٹم نہ دے سکا، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دنیا کو ایسے سسٹم دیے جو آج تک پوری دنیا میں رائج ہیں، آپ نے نماز فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کرایا۔ آپ کے عہد میں نماز تراویح کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ آپ نے شراب نوشی کی سزا مقرر کی۔ سن ہجری کا اجرا کیا۔ جیل کا تصور دیا۔ مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں، مسجدوں میں روشنی کا بندوبست کرایا۔ پولس کا محکمہ بنایا۔ ایک مکمل عدالتی نظام کی بنیاد رکھی۔ آب پاشی کا نظام قائم کرایا۔ فوجی چھاؤنیاں بنوائیں اور فوج کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔ آپ نے دنیا میں پہلی بار دودھ پیتے بچوں، معذوروں، بیواؤں اور بے آسراؤں کے وظائف مقرر کیے۔ آپ نے دنیا میں پہلی بار حکمرانوں، سرکاری عہدیداروں اور والیوں کے اثاثے ڈکلیئر کرنے کا تصور دیا۔ آپ نے بے انصافی کرنے والے ججوں کو سزا دینے کا سلسلہ بھی شروع کیا اور آپ نے دنیا میں پہلی بار حکمران کلاس کی اکاؤنٹبلٹی شروع کی۔ آپ راتوں کو تجارتی قافلوں کی چوکیداری کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے جو حکمران عدل کرتے ہیں، وہ راتوں کو بے خوف سوتے ہیں۔ آپ کا فرمان تھا ''قوم کا سردار قوم کا سچا خادم ہوتا ہے۔'' آپ کی مہر پر لکھا تھا ''عمر! نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے''۔ آپ کے دسترخوان پر کبھی دو سالن نہیں رکھے گئے۔ آپ زمین پر سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جاتے تھے۔ آپ سفر کے دوران جہاں نیند آجاتی تھی، آپ کسی درخت پر چادر تان کر سایہ کرتے تھے اور سو جاتے تھے اور رات کو ننگی زمین پر دراز ہو جاتے تھے۔ آپ کے کرتے پر 14 پیوند تھے اور ان پیوندوں میں ایک سرخ چمڑے کا پیوند بھی تھا۔ آپ موٹا کھردرا کپڑا پہنتے تھے۔ آپ کو نرم اور باریک کپڑے سے نفرت تھی۔ آپ کسی کو جب سرکاری عہدے پر فائز کرتے تھے تو اس کے اثاثوں کا تخمینہ لگوا کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے اور اگر سرکاری عہدے کے دوران اس کے اثاثوں میں اضافہ ہو جاتا تو آپ اس کی اکاؤنٹبلٹی کرتے تھے۔ آپ جب کسی کو گورنر بناتے تو اسے نصیحت فرماتے تھے۔ کبھی ترکی گھوڑے پر نہ بیٹھنا، باریک کپڑے نہ پہننا، چھنا ہوا آٹا نہ کھانا، دربان نہ رکھنا اور کسی فریادی پر دروازہ بند نہ کرنا۔ آپ فرماتے تھے ظالم کو معاف کر دینا مظلوموں پر ظلم ہے اور آپ کا یہ فقرہ آج انسانی حقوق کے چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''مائیں بچوں کو آزاد پیدا کرتی ہیں، تم نے انہیں کب سے غلام بنا لیا۔'' فرمایا میں اکثر سوچتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں۔ ''عمر بدل کیسے گیا۔''

آپ اسلامی دنیا کے پہلے خلیفہ تھے، جنہیں ''امیر المومنین'' کا خطاب دیا گیا۔ دنیا کے تمام مذاہب کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہے، اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت عدل ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جو اس خصوصیت پر پورا اترتے ہیں۔ آپ کے عدل کی وجہ سے عدل دنیا میں عدلِ فاروقی ہو گیا۔ آپ شہادت کے وقت مقروض تھے، چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا واحد مکان بیچ کر آپ کا قرض ادا کر دیا گیا اور آپ دنیا کے واحد حکمران تھے جو فرمایا کرتے تھے میرے دور میں اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو اس کی سزا عمر (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کو بھگتنا ہوگی۔ آپ کے عدل کی یہ حالت تھی۔ آپ کا انتقال ہوا تو آپ کی سلطنت کے دور دراز علاقے کا ایک چرواہا بھاگتا ہوا آیا اور چیخ کر بولا ''لوگو! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔'' لوگوں نے حیرت سے پوچھا ''تم مدینہ سے ہزاروں میل دور جنگل میں ہو تمہیں اس سانحے کی اطلاع کس نے دی۔'' چرواہا بولا ''جب تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ تھے، میری بھیڑیں جنگل میں بے خوف پھرتی تھیں اور کوئی درندہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا، لیکن آج پہلی بار ایک بھیڑیا میری بھیڑ کا بچہ اٹھا کر لے گیا۔ میں نے بھیڑیے کی جرأت سے جان لیا کہ آج دنیا میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہیں۔''

میں دنیا بھر کے مورخین کو دعوت دیتا ہوں، وہ الیگزینڈر کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ کر دیکھیں انہیں الیگزینڈر حضرت عمر فاروق کے حضور پہاڑ کے سامنے کنکر دکھائی دے گا، کیوں کہ الیگزینڈر کی بنائی سلطنت اس کی وفات کے 5 سال بعد ختم ہو گئی، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جس جس خطے میں اسلام کا جھنڈا بھجوایا، وہاں سے آج بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں آتی ہیں، وہاں آج بھی لوگ اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ دنیا میں الیگزینڈر کا نام صرف کتابوں میں سمٹ کر رہ گیا ہے، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بنائے نظام دنیا کے 245 ممالک میں آج بھی

کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔آج بھی جب کسی ڈاک خانے سے کوئی خط نکلتا ہے، پولس کا کوئی سپاہی وردی پہنتا ہے، کوئی فوجی جوان 6 ماہ بعد چھٹی پر جاتا ہے یا پھر حکومت کسی بچے، معذور، بیوہ یا بے آسرا شخص کو وظیفہ دیتی ہے تو وہ معاشرہ، وہ سوسائٹی، بے اختیار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عظیم تسلیم کرتی ہے، وہ انہیں تاریخ کا سب سے بڑا اسکندر مان لیتی ہے، ماسوائے ان مسلمانوں کے جو آج احساس کمتری کے شدید احساس میں کلمہ تک پڑھنے سے پہلے دائیں بائیں دیکھتے ہیں۔لاہور کے مسلمانوں نے ایک بار انگریز سرکار کو دھمکی دی تھی ''اگر ہم گھروں سے نکل پڑے تو تمہیں چنگیز خان یاد آجائے گا۔'' اس پر جواہر لال نہرو نے مسکرا کر کہا تھا ''افسوس آج چنگیز خان کی دھمکی دینے والے مسلمان یہ بھول گئے، ان کی تاریخ میں ایک (حضرت) عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) بھی تھا۔'' ہم آج بھی یہ بھولے ہوئے ہیں کہ ہم میں ایک حضرت عمر فاروق بھی تھے، جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرت عمر بن خطاب ہوتے۔''

اردو زبان کا زوال: ذمہ دار کون؟

گل بخشالوی

یہ ہماری پیدائش سے بہت پہلے کی بات ہے جب مدرسہ کو اسکول بنا دیا گیا تھا، لیکن انگریزی زبان کی اصطلاحات دورانِ تعلیم استعمال نہیں ہوتی تھیں۔

صرف چند انگریزی کے الفاظ مستعمل تھے، مثلاً ''ہیڈ ماسٹر، فیس، فیل، پاس اور جمعرات کو لاسٹ ورکنگ ڈے (کیونکہ ان دِنوں اتوار کی بجائے جمعہ کو سرکاری چھٹی ہوتی تھی) کہا جاتا تھا اس دن آدھی چھٹی یعنی ہاف ڈے ہوتا تھا۔انگلش میڈیم اسکول میں پیپر اور سرکاری سکول میں پرچہ کہا جاتا تھا پھر استاد کو سر کہا جانے لگا۔سارے اساتذہ ٹیچرز بن گئے۔

پھر عام بول چال میں غیر محسوس طریقے سے اردو کا جو زوال شروع ہوا وہ اب تک جاری ہے۔

اب تو یاد بھی نہیں کہ کب جماعت، کلاس میں تبدیل ہوگئی۔اور جو ہم جماعت تھے وہ کب کلاس فیلوز بن گئے۔ہمیں بخوبی یاد ہے کہ اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم، نہم، دہم، یازدہم جماعتیں ہوتی تھیں، اور کمروں کے باہر لگی تختیوں پر اسی طرح لکھا ہوتا تھا۔ پھر ان کمروں نے کلاس روم کا لباس اوڑھ لیا۔اور فرسٹ سے ایلونتھ کلاس کی نیم پلیٹس لگ گئیں۔

تفریح کی جگہ ریسیس اور بریک کے الفاظ استعمال ہونے لگے۔گرمیوں کی چھٹیوں اور سردیوں کی چھٹیوں کی جگہ سمر ویکیشن اور ونٹر ویکیشن آگئیں۔ چھٹیوں کا کام چھٹیوں کا کام نہ رہا بلکہ ہولیڈے ہوم ورک ہوگیا۔

پہلے پرچے شروع ہونے کی تاریخ آتی تھی اب پیپرز کی ڈیٹ شیٹ آنے لگی۔امتحانات کی جگہ ایگزامز ہونے لگے۔ششماہی اور سالانہ امتحانات کی جگہ مڈٹرم اور فائینل ایگزامز کی اصطلاحات آگئیں۔اب طلباء امتحان دینے کیلیے امتحانی مرکز نہیں جاتے بلکہ اسٹوڈنٹس ایگزام کیلیے ایگزامینیشن سینٹر جاتے ہیں۔

قلم، دوات، سیاہی، تختی، اور سلیٹ جیسی اشیاء گویا میوزیم میں رکھ دی گئیں ان کی جگہ لیڈ پنسل اور بال پین آگئے۔کاپیوں پر نوٹ بکس کا قبضہ ہوگیا۔

نصاب کو کورس کہا جانے لگا اور اس کورس کی ساری کتابیں بیگ میں رکھ دی گئیں۔ریاضی کو میتھس کہا جانے لگا۔اسلامیات اسلامک سٹڈی بن گئی۔انگریزی کی کتاب انگلش بک بن گئی۔اسی طرح طبیعات فزکس، معاشیات اکنامکس، سماجی علوم سوشل سائنس میں تبدیل ہوگئیں۔پہلے طلبہ پڑھائی کرتے تھے اب اسٹوڈنٹس اسٹڈی کرنے لگے۔پہاڑے یاد کرنے والوں کی اولادیں ٹیبل یاد کرنے لگیں۔اساتذہ کیلیے میز اور کرسیاں لگانے والے، ٹیچرز کے لیے ٹیبل اور چیئرز لگانے لگے۔داخلوں کی بجائے ایڈمشنز ہونے لگے۔

اول، دوم، سوم آنے والے طلبہ فرسٹ، سیکنڈ، اور تھرڈ آنے والے اسٹوڈنٹ بن گئے۔پہلے انعام ملا کرتے تھے پھر پرائز ملنے لگے۔بچے تالیاں پیٹنے کی جگہ چیئرز کرنے لگے۔یہ سب کچھ سرکاری سکولوں میں ہوا ہے۔

باقی رہے پرائیویٹ سکول، ان کا تو پوچھیے ہی مت۔ان کاروباری مراکز کیلیے کچھ عرصہ پہلے ایک شعر کہا گیا تھا، مکتب نہیں دکان ہے یہ جام

اھم اعلان

معاصر رسائل وجرائد یا اداروں کو کوئی بھی مضمون پسند آئے اور وہ اپنے رسائل میں شائع کرنا چاہیں تو ہم سے کمپوزڈ شدہ مضمون بذریعہ ای میل منگوالیں تاکہ ان کا وقت بچے۔

ادارہ

sabeelh@gmail.com

سبیلِ ہدایت کی پالیسی

عوام الناس خصوصاً نوجوانوں میں قرآن وسنّت کی تعلیمات کا فروغ اور محبتِ رسول ﷺ کی شمع روشن کرنا اور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف یہود ونصاریٰ اور ہنود کی خفیہ اور درپردہ سازشوں کو بے نقاب کرنا ہے۔اگر آپ ہمارے پروگرام سے متفق ہیں تو ہمارا ساتھ دیجیے اگر نہیں تو کوئی اور راہ دکھائیے۔

مال کی۔ مقصد یہاں پہ علم نہیں روزگار ہے۔ اور تعلیمی اداروں کا رونا ہی کیوں رویا جائے، ہمارے گھروں میں بھی اردو کو یتیم اولاد کی طرح ایک کونے میں ڈال دیا گیا ہے۔ زنان خانہ اور مردانہ تو کب کے ختم ہو گئے۔ خواب گاہ کی البتہ موجودگی لازمی ہے تو اسے ہم نے بیڈروم کا نام دے دیا۔ باورچی خانہ کچن بن گیا اور اس میں پڑے برتن کراکری۔ غسل خانہ پہلے باتھ روم ہوا پھر ترقی کر کے واش روم بن گیا۔ پہلے ہاتھ منہ دھوتے تھے اب واش کرتے ہیں، پہلے دانت مانجھتے تھے اب برش کرتے ہیں۔ مہمان خانہ یا بیٹھک کو اب ڈرائنگ روم کہتے ہوئے فخر محسوس کیا جاتا ہے۔

پہلی منزل کو گراونڈ فلور کا نام دے دیا گیا اور دوسری منزل کو فرسٹ فلور۔ دروازہ ڈور کہلایا جانے لگا اور پہلے گھنٹی بجتی تھی اب ڈور بیل بجنے لگی کمرے روم بن گئے۔ کپڑے الماری کی بجائے کیبنٹ میں رکھے جانے لگے۔ ابو جی "یا "ابا" جیسا پیارا اور ادب سے بھرپور تخاطب دقیانوسی لگنے لگا، اور ہر طرف پاپا، پاپا کی گردان لگ گئی حالانکہ پہلے تو پاپے صرف کھانے کے لئے ہوا کرتے تھے اور اب بھی کھائے ہی جاتے ہیں۔ اسی طرح شہد کی طرح میٹھا لفظ "امی" یا امی جان "ممی" میں تبدیل ہو گیا۔ سب سے زیادہ نقصان رشتوں کی پہچان کا ہوا۔ چچا چچی، تایا تائی ماموں ممانی، پھوپھا پھوپو، خالو خالہ سب کے سب ایک غیر ادبی اور بے احترام سے لفظ "انکل اور آنٹی" میں تبدیل ہو گئے۔ بچوں کے لیے ریڑھی والے سے لے کر سگے رشتہ دار تک سب انکل بن گئے یعنی محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔ ساری عورتیں آنٹیاں۔ چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد بہنیں و بھائی سب کے سب کزنس میں تبدیل ہو گئے نہ رشتے کی پہچان رہی اور نہ ہی جنس کی۔ بس ایک نام تبدیلی کے زد سے بچ گیا، کام کرنے والی پہلے بھی ماسی تھی اب بھی ماسی ہے۔ گھر اور اسکول میں اتنی زیادہ تبدیلیوں کے بعد بازار انگریزی کی زد سے کیسے محفوظ رہتا۔ دکانیں شاپس میں تبدیل ہو گئیں اور ان پر گاہکوں کی بجائے کسٹمرز آنے لگے آخر کیوں نہ ہوتا کہ دکان دار بھی تو سیلز مین بن گئے جس کی وجہ سے لوگوں نے خریداری چھوڑ دی اور شاپنگ کرنے لگے۔ سڑکیں روڈ بن گئیں۔ کپڑے کا بازار کلاتھ مارکیٹ بن گئی یعنی' اس نے کس ڈھب سے مذکر کو مونث بنا دیا'۔

کریانے کی دکان نے جنرل اسٹور کا روپ دھار لیا اور نائی نے باربر بن کر حمام بند کر دیا (جہاں شان سے حمام گرم ہے کی تختی آویزاں رہتی تھی) اور ہیئر کٹنگ سیلون کھول لیا۔

ایسے ماحول میں دفاتر بھلا کہاں بچتے۔ پہلے ہمارا دفتر ہوتا تھا جہاں مہینے کے مہینے تنخواہ ملا کرتی تھی اب آفس بن گیا اور منتھ ٹو منتھ سیلری ملنے لگی۔ جو صاحب تھے وہ باس بن گئے۔ بابو کلرک اور چپڑاسی پئین بن گئے۔ پہلے دفتر کے نظام الاوقات لکھے ہوتے تھے اب آفس ٹائمنگ کا بورڈ لگ گیا۔ سود جیسے قبیح فعل کو انٹرسٹ کہا جانے لگا۔ طوائفیں آرٹسٹ بن گئیں اور محبت کو 'لو' کا نام دے کر محبت کی ساری چاشنی اور تقدس ہی چھین لیا گیا۔ محبوب بوائے فرینڈ اور محبوبہ گرل فرینڈ بن گئی۔ صحافی رپورٹر بن گئے اور خبروں کی جگہ ہم نیوز سننے لگے۔ کس کس کا اور کہاں کہاں کا رونا رویا جائے۔ اردو زبان کے زوال کی صرف حکومت ہی ذمہ دار نہیں، عام آدمی تک نے اس میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ اور دکھ تو اس بات کا ہے کہ ہمیں اس بات کا احساس تک نہیں کہ ہم نے اپنی خوبصورت زبان اردو کا حلیہ مغرب سے مرعوب ہو کر کیسے بگاڑ لیا۔ وہ الفاظ جو اردو زبان میں پہلے سے موجود ہیں اور مستعمل بھی ہیں ان کو چھوڑ کر انگریزی زبان کے الفاظ کو استعمال کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ہم کہاں سے کہاں آ گئے اور کہاں جا رہے ہیں؟ دوسروں کا کیا رونا روئیں، ہم خود ہی اس کے ذمہ دار ہیں، دوسرا اور کون ہو سکتا ہے؟

ہر زندہ و بے جان شے پردہ چاہتی ہے

بچپن میں جب امی بھائی کو دہی یا نہاری وغیرہ لینے بھیجتی تھیں تو ساتھ اسٹیل کا چھوٹا ڈول دیا کرتی تھیں کہتی تھیں کہ ایک تو شاپنگ بیگ کے جراثیم نہیں لگتے۔ دوسرا کھانے پینے کی چیزیں اسطرح نمائش کر کے نہیں لاتے پردہ رکھتے ہیں۔ روٹی لینے بھیجتیں تو ساتھ دسترخوان دیا کرتی تھیں وجہ پھر وہی کہ اخبار یا کاغذ کے جراثیم نہ لگیں اور پردہ بھی رہے۔

وہ کہتی تھیں یوں شاپر میں روٹی لانے سے روٹی کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اور روٹی کا پردہ بھی نہیں رہتا۔ گھر کا سودا سلف لانے کے لئے کپڑے کے تھیلے سیئے جاتے تھے تاکہ سودا سلف عزت سے گھر لایا جا سکے۔ محلہ داروں کے گھر حتیٰ کہ ایک ہی گھر کے مختلف پورشنز میں رہنے والے افراد ایک دوسرے کو کھانا بھیجتے تھے تو خوان کو خوان پوش سے ڈھک دیا کرتے تھے۔ اب نام لو تو پہلے خوان پوش کا ہی مطلب سمجھانا پڑے گا۔ یہی پردہ شیشے پر بھی ڈالا جاتا تھا۔ امی کا کہنا یہ تھا کہ آتے جاتے آئینہ پر نظر نہیں پڑنی چاہیے اس سے خود پسندی پیدا ہوتی ہے۔

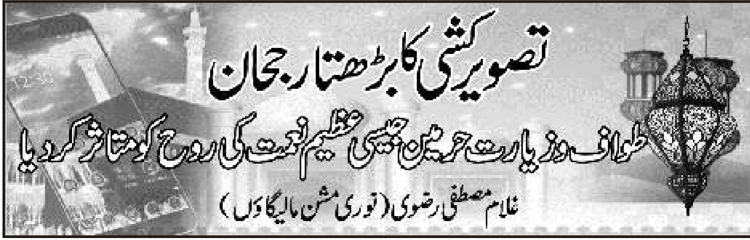
کہیں سے آتے یا جاتے تھے تو ابو گلی میں شور نہیں مچانے دیتے تھے خاص طور پر رات کو گاڑی سے اترنے سے پہلے ہی تاکید کر دی جاتی تھی کہ گاڑی کا دروازہ بالکل آرام سے بند کرنا۔ اس میں دو وجوہات بیان کی جاتی تھیں کہ ایک تو کسی کی نیند خراب نہ ہو دوسرا ہر طرح کی نظر سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ فیملی اکٹھا باہر نکلتی ہے تو سو

طرح کی نظر پڑتی ہے۔

آج یہ بات کرو تو سب ہنستے ہیں ہم پر۔ مزید ذکر کروں تو جب نانی کے گھر جاتے تھے تو انکے دروازے پر پردہ ڈلا ہوا ہوتا تھا میں نانی سے کہتی کہ اس سے اچھے بھلے دروازے کی شو خراب ہوتی ہے تو وہ کہتی تھیں اس سے گھر کا پردہ ہو جاتا ہے ورنہ دروازہ کھولتے ہی باہر والے کی صحن میں بیٹھے افراد پر نظر پڑ جاتی ہے حتیٰ کہ نانی کا ٹی وی بھی دروازے والا تھا اور وہ ٹی وی بند کرتے ہی دروازے بند کرنے کا حکم دیتی تھیں کہ اسکو بھی ڈھک کر رکھو اب یہ پردہ کیا تھا۔ یہ وضع داری کا پردہ تھا، مروت کا پردہ تھا، یہ پردہ وہ تھا جو بے حیا ہونے سے بچاتا تھا۔ رزق کی اہمیت بڑھاتا تھا۔

رزق کی عزت کرنا سکھاتا تھا اور اب یہ پردہ کہاں ہے۔ اب یہ ہم سب کی عقلوں پر پڑ گیا ہے۔ ہمیں برائی برائی نہیں لگتی۔ بے حیائی آہستہ آہستہ ہمارے گھروں میں جگہ بنا رہی ہے۔ ہم اپنے باپ سے انتہائی بے تکلف تھے تب بھی ایک پردہ تھا۔ کیونکہ امی کہتی تھیں باپ بیٹی میں، بہن بھائی میں بھی پردہ ہوتا ہے تو قائم رہنا چاہیے۔ آج کسی کو کہو تو وہ طعنہ ہی مار دیتا ہے کہ جی آپ کے ابو آپکو پیار ہی نہیں کرتے ہونگے۔ بہرحال اپنی ذات تک تو میں پوری کوشش کرتی ہوں کہ امی کی گئی نصیحت کو اپنے گھر میں ہمیشہ لاگو کر سکوں۔

اسکے باوجود میں کپڑے کے تھیلہ میں سودا نہیں منگوا سکتی کہ یہ میرے بچوں کو منظور نہیں اور زمانے کے ساتھ چلنا بھی ضروری ہے تو اپنی بہت سے قیمتی روایات ہم لوگ اب کھو چکے ہیں۔ افسوس۔ دعا یہی ہے کہ رشتوں کے جو بھرم اور پردے ہمارے مذہب نے بنائے ہیں۔ ہم خود بھی ان پر عمل کر سکیں اور اپنی اولادوں کو بھی عمل کرنا سکھا سکیں۔



مسلمان! حرمین مقدس کا احترام کرتے ہیں۔ حرمین سے محبت رکھتے ہیں۔ وہاں کی زیارت سعادت جانتے ہیں۔ اسی تمنا میں جیتے ہیں۔ بلاشبہہ کعبے کا دیدار عبادت۔ روضۂ رسول ﷺ کی حاضری سعادت وخوش نصیبی کی بات ہے۔ لوگ اسی آرزو میں عمریں گزار دیتے ہیں۔ پھر جب یہ انعام ملتا ہے تو مسرتوں کا عجب عالم ہوتا ہے۔ زہے نصیب یہ سعادت کم عمری میں مل جائے۔ عقیدتوں کے قافلے سوئے حرم رواں دواں ہوتے ہیں۔ کتنے ارمان سے سفرِ حرمین کی تیاری کی جاتی ہے۔ جذبات کا عالم بھی ایسا کہ محسوس قلب سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک طلاطم بپا ہوتا ہے۔ دل وجاں وجد کناں جھک گئے بہر تعظیم۔

ایسے مبارک سفر، ایسے تقدس مآب سفر جس کی آرزو میں لمحہ لمحہ انتظار میں گزرتا ہے۔ خانۂ خدا کی حاضری؛ درِ محبوب رب العالمین ﷺ کی حضوری۔ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ لیکن بعض ایسے عوامل ہیں جن سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔ زیارت حرمین سعادت مندی لیکن زیادہ اہم یہ ہے کہ اِس مبارک سفر کے آداب ملحوظ رہیں؛ ورنہ سعادتوں کے لمحے کہیں گناہوں کے ابتلا سے اعمال کو ضائع نہ کر دیں۔ اِس ضمن میں راقم ایک اہم پہلو اپنے حالیہ سفرِ حجاز کے مشاہدے سے ذکر کرتا ہے؛ جو گزشتہ دنوں [6 فروری تا 21 فروری 2018ء] در پیش ہوا۔

آج کل سیلفی وتصویر کشی وکیمرے کے بے جا استعمال نے انسانی اقدار؛ اخلاقی اطوار اور اعمال کی چاندنی کو گہنا دیا ہے۔ اِس کے بڑھتے رجحان نے کئی نازک لمحات میں خدمت انسانی کو فروگذاشت کر دیا۔ مثلاً کوئی حادثہ ہوا تو فوقیت انسانی جان بچانے کو ہونی چاہیے؛ لیکن تصویر کشی کے رجحان نے فرض شناسی کو نظر انداز کر کے رکھ دیا۔ ایسا ہی کچھ معاملہ ہے سفرِ حرمین میں اِس رجحان کی تباہ کاریوں کا۔ جس کے زیرِ اثر اعمال کا توشہ گناہوں کے بوجھ تلے دبتا جا رہا ہے۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ مکۃ المکرمہ میں ایک نیکی کے بدل میں لاکھ نیکی کی بشارت ہے تو ایک گناہ بھی نامۂ اعمال میں کثیر گناہ کے اندراج کا باعث بن سکتا ہے۔ اِس لیے ایسے کاموں سے بچنے کے جتن کیے جانے چاہئیں کہ گناہوں کا دفتر پُر نہ ہونے پائے۔

راقم نے دیکھا کہ بندگانِ خدا محوِ طواف ہوتے ہیں۔ سیلفی کے شائق دورانِ طواف سیلفی لیتے نظر آتے ہیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ طواف محویت کے ساتھ کیا جائے۔ رب کی رحمتیں ہماری سمت متوجہ ہیں۔ مطاف کی مقدس زمیں ہمارے اعمال کی گواہی دے رہی ہے۔ میزابِ رحمت، حطیم، حجرِ اسود، مقام ابراہیم سبھی ہمارے طواف کے گواہ بن رہے ہیں، یہ لمحات بڑے اَنمول ہیں۔ یہ بڑی قبولیت کی گھڑی ہے، ایسے قیمتی وقت میں عبادتوں سے نگاہیں موند کر سیلفی نکالنا؛ محض چند احباب کو دکھانے کے لیے ایسے گناہوں کا حرم محترم میں ارتکاب بڑی محرومی ہے۔ یہ رجحان گناہ در گناہ کا باعث بنتا جا رہا ہے۔ طبقۂ نسواں بھی محوِ طواف ہوتا ہے، سیلفی لینے والے یہ بھول جاتے ہیں؛ وہ تقدس فراموش کر کے

نہیں کثیر نوجوان حتیٰ کہ بعض بوڑھے بھی مبتلا ہیں۔کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ پورا کنبہ کعبہ شریف کی جانب پیٹھ کیے کھڑے ہوکر تصویر بنوا رہا ہے۔کبھی دورانِ سعی سیلفی لی جا رہی ہے۔کبھی مروہ کی مقدس وادی میں سیلفی، کبھی صفا کے جلو میں سیلفی۔ جن نشانیوں کے سائے میں دعاؤں کی سوغات پیش کرنی تھی؛ اعمالِ سیاہ کے دھبے دھونے تھے؛ تاکہ یہ دعائیں آخرت کا سرمایہ بنتیں وہاں ایسے اعمال جو شریعت نے ممنوع قرار دیے؛ کی انجام دہی کیا توشۂ آخرت بنے گی؟ یہ سوال بہت اہم ہے جس پر غور کیا جانا چاہیے۔

عبادت میں حضوریِ قلب درکار ہے۔تصویر کشی کی فکر نے ریا و دکھاوے کو بڑھاوا دیا؛ اخلاص کو رُخصت کر دیا؛ یکسوئی میسر نہیں؛ موبائلوں کا بے محابا استعمال۔بے جا استعمال نے مسائل کو بڑھا دیا ہے۔عبادت ہے؛ روحِ عبادت رُخصت ہوگئی۔رسم باقی ہے خشیت رُخصت ہوگئی۔خوفِ خدا معاذ اللہ ایسا نکلا کہ حرم میں بھی دُنیا داری! اللہ اکبر! کاش میری قوم اس کا تصفیہ کرتی اور تصویر کشی کے مرض سے بچتی۔کیا ہم نہیں دیکھتے کہ اِس میں کم علم و دنیا دار افراد تو الگ رہے؛ دین دار حتیٰ کہ بہت سے علما و مصلحین بھی مبتلا ہیں جس سے گفتار میں تاثیر نہیں رہی اور دل دنیا دار ہوکر رہ گئے۔ایسوں کی قیادت فتنۂ ملت بیضا بن گئی ہے۔

روضۂ رسول ﷺ پر حاضری حیات کا غازہ ہے۔زندگی کا حاصل ہے۔سعادتوں کی اِس مسافرت میں جب ہم نے دیکھا کہ مواجہ شریف جہاں آواز بلند کرنا اعمال کے ضائع ہونے کا سبب ہے۔جس کے احترام میں نص قطعی وارد۔ جس بارگاہ میں جبریل بھی مؤدب آتے۔جہاں جنبش لب کشائی کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔جہاں اسلاف نے سانسوں کو بھی تھامے رکھا۔جہاں دلوں کی دھڑکنوں کو بھی ادب کا پیرہن دیا۔جہاں خیالات بھی طہارت مآب رکھے جاتے؛ وہاں دھڑا دھڑ تصویریں کھینچی جا رہی ہیں؛ سلیفیاں لی جا رہی ہیں؛ کیمروں کی کھچاک سے مقدس بارگاہ کے سکوت کو توڑا اور ادب کا رُخ موڑا جا رہا ہے! اللہ اکبر! ہم کہاں آ گئے۔آقا ﷺ نے بلایا؛ اِس احسان کو لمحے میں بھلا دیا؛ کیسا کرم کیا کہ ہم تو طیبہ کے لائق نہ تھے؛ حاضری کا پروانہ دیا اور محبوب ﷺ کے در کا آداب بھی بجا نہ لائے؛ بلکہ غافل ہوکر سیلفیوں میں پاکیزہ لمحات آلودہ کر بیٹھے۔کاش ہم اپنی اصلاح کرتے اور اِس خطرناک رجحان سے بچ کر قوم کو ادب کا شعور دیتے تو مبارک سفر توشۂ نجات بن جاتا۔محبوب پاک ﷺ کی شفاعت کا مژدہ سنتے اور ادب کے طفیل ہر منزل پر بامُراد ہوتے۔یہ مصائب کی بجلیاں خرمن پر نہ گرتیں؛ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنی اصلاح کر لیں؛ خواص بھی دامنِ تقویٰ کو دھبوں سے بچائیں۔احترام کی فضا آراستہ کریں۔رب العالمین کی رحمتوں اور محبوب پاک ﷺ کی نوازشوں پر تشکر کے موتی لٹائیں۔ تصویر کشی سے حرمین کے تقدس کو بچائیں۔بے شک ادب حیات ہے۔ادب عبادت کی روح ہے۔ادب ایمان کا زیور ہے۔جو ادب و احترام بجا لایا اس کا سفر بھی سعادتوں کی صبح ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ! محبوب پاک ﷺ کے درِ پاک کی حاضری احترام کے سائے میں نصیب کرے۔ بقول اعلیٰ حضرت ؎

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

بقیہ: اداریہ

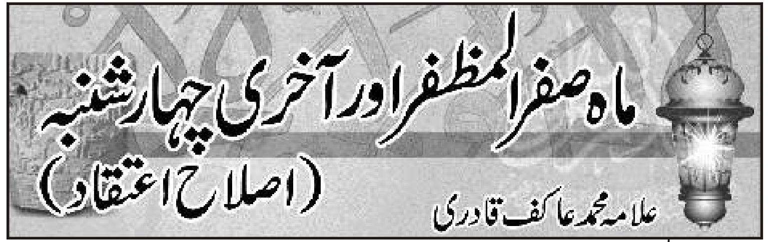
اور عدلیہ کی مذمت اور شام کو ان کا بہیمانہ قتل بھی سب کچھ کہہ رہا ہے۔تحریک لبیک کی قیادت کو پابند سلاسل کر کے ناموس رسالت کے ہزاروں پروانوں کی گرفتاری، اذیتیں دینا اور ایک عالم دین مولانا یوسف قادری کی زیر حراست موت سب کچھ کھل کر واضح کر رہی ہے کہ کیا ہونے جا رہا ہے۔پاکستان کی عدالت سے تو یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق ہی بازی لے گئی جس نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی آزادیٔ اظہار نہیں کیونکہ اس سے مذہبی ہم آہنگی اور امن خطرے میں پڑ سکتا ہے۔برطانوی نشریاتی ادارے کے مطابق یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق (ای ایچ سی آر) نے حضور نبی کریم ﷺ کے لیے توہین آمیز کلمات کہنے والی آسٹریا کی ای ایس نامی خاتون کے خلاف سزا کے فیصلے میں کہا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی کو آزادیٔ اظہار قرار نہیں دیا جا سکتا، یہ گستاخی تعصب میں اضافے کی وجہ بن سکتی ہے جس کے باعث بین المذاہب امن بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔یورپی عدالت نے فیصلہ بھی دیا کہ یورپی یونین کے چارٹر برائے انسانی حقوق کی شق نمبر 10 کے تحت اس خاتون کے انسانی حقوق کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔عدالت نے خاتون کو سزا دیتے وقت ان کے حقِ آزادیٔ اظہار اور دوسروں کے مذہبی جذبات کے تحفظ کے حق میں بڑی احتیاط سے توازن برقرار رکھا ہے جب کہ یہ فیصلہ مذہبی امن و امان برقرار رکھنے کا مقصد بھی جائز طور پر پورا کرتا ہے۔کیا یہ ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کافی نہیں۔

قومی اسمبلی میں پی ٹی آئی کی رکن ایم این اے عاصمہ حدید کی ڈھٹائی کیساتھ اسرائیل کے حق میں قرارداد پیش کرنا اور قرآنی آیات کی غلط تشریح کر کے اسرائیل کو تسلیم کرنے پر زور دینا۔وزیر اعظم کا ریاست مدینہ کا راگ الاپ کر پس پردہ یہود و نصاریٰ کی خوشنودی اور قادیانی مشیر رکھنا سب واضح کر رہا ہے کہ دینی قوتوں پر پابندیاں لگا کر انہیں جدوجہد تحفظ ناموس رسالت سے روکا جا سکے۔کرتار پور بارڈر کا کھولنا سکھوں سے زیادہ قادیانیوں کو سہولیات بہم پہنچانا ہے کیونکہ کرتار پور سے قادیان صرف 44 کلومیٹر کی دُوری پر ہے۔حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے پوری قوم یک جان و یک قلب ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں۔کسی بھی مسلک کا کوئی بھی مسلمان اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پہ کٹ مرنے کو سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔ہاں مگر یاد آیا حکومت وقت اور منصف اعلیٰ یہ بھی یاد رکھیں کہ ایک اور عدالت بھی ہے جہاں ہم سب کو حاضر ہونا ہے، اور وہاں انصاف سے کم کوئی معیار نہیں۔ایسا شرمناک فیصلہ دینے والوں کو کل اس عدالت میں پیش ہونا ہے، اور کہیں ایسا نہ ہو ان کا یہ فیصلہ کل اللہ تعالی کی عدالت میں انہیں رسوا و شرمسار کر دے۔

حکمرانو! یاد رکھو! اِس عدالت سے اُس عدالت تک کا سفر کچھ زیادہ طویل نہیں ہے۔

میرا وطن دشمنوں کے نرغے میں ہے۔الیکشن دکھاوا تھا۔ایجنڈہ بیرونی ہے۔مسلمانان پاکستان کیلئے یہ وقتِ دعا ہے اور زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا وقت ہے۔

اے خاصۂ خاصان رُسل وقت دُعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے



"صفر المظفر" اسلامی کیلنڈر کا دوسرا مہینہ ہے عام طور پر ماہ صفر کے ساتھ "مظفر" کا لفظ لگایا جاتا ہے جس کا مطلب "کامیابی" ہے یعنی صفر المظفر کامیابی کا مہینہ ہے زمانہ جاہلیت میں ماہ صفر کو منحوس سمجھا جاتا تھا اور آج بھی ہمارے ہاں عوام الناس میں اس ماہِ مبارک ومظفر کو بلاؤں اور آفتوں کے نازل ہونیوالا سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اس میں خوشی کے معاملات کو منحوس جانتے ہیں جبکہ اسلامی تعلیمات کا ان عقیدوں سے دُور کا بھی واسطہ نہیں (ما ثبت من السنہ) یہ صرف کم علم واعظین اور صوفیاء سے منسوب غیر مستند کتب کا نتیجہ ہے اس پر مزید ظلم یہ کہ ان باتوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے حالانکہ حدیث شریف میں ہے "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" (صحیح بخاری حدیث نمبر 3461) یعنی "جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے" مطلب یہ ہوا کہ جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا دوزخی ہے ایسی ہی گھڑی ہوئی روایات میں ایک یہ بھی ہے "مَنْ بَشَّرَنِيْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ" (الاسرار المرفوعة في الاخبار الموضوعة ص 225 ★ تذکرۃ الموضوعات ص 116 ☆ کشف الخفاء ج 2 ص 327) یعنی "جو شخص مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری سنائے گا میں اسے جنت کی خوشخبری سناؤں گا"۔ امام صغانی اور عراقی نے اس کو موضوع (گھڑی ہوئی) کہا ہے اور ملا علی قاری لکھتے ہیں "لَا اَصْلَ لَهٗ" "اس کی اصل (حقیقت) نہیں۔ اس کے برعکس حدیث شریف میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَا عَدْوٰى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ" (صحیح بخاری حدیث نمبر 5770 ☆ صحیح مسلم 5674) یعنی "متعدی مرض (چھوت چھات) ہوتا ہے نہ صفر اور اُلو (کی کوئی نحوست) ہے"۔ معلوم ہوا کہ اسلام زمانہ جاہلیت کے نظریات واعتقادات باطلہ کا رد کر رہا ہے اور اپنے ماننے والوں کو یہ عقیدہ دے رہا ہے کہ کوئی زمانہ یا دن یا تاریخ اپنی ذات میں منحوس نہیں بلکہ نحوست تو دراصل انسان کی اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: "مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (النساء: 79) یعنی "(اے بندے) تجھے جو بھلائی پہنچے تو (وہ) اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو تکلیف پہنچے تو تیری اپنی طرف (کی کوتاہی) سے ہے"۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوا: "وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ شوریٰ: 30) یعنی "اور (اے لوگو!) تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے تو (وہ تمہارے) ان گناہوں کی وجہ سے (پہنچتی ہے) جو تمہارے ہاتھوں نے کمائے اور وہ بہت سے گناہ گار بندوں (یا گناہوں) سے درگزر (بھی) فرماتا ہے"۔ حدیث قدسی ہے: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يُؤْذِيْنِيْ ابْنُ اٰدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ" (صحیح بخاری 4826 ☆ صحیح مسلم 2246) یعنی "اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے انسان تکلیف دیتا ہے کہ وہ زمانہ کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ زمانہ میں (خود) ہوں میں ہی رات اور دن کو پلٹتا ہوں" ان دلائل کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ ماہ صفر کو یا کسی بھی مہینہ، دن یا تاریخ کو منحوس اور بلاؤں اور آفتوں والا سمجھنا غلط ہے۔

اسی ماہ مبارک میں آخری چہار شنبہ یعنی بدھ بھی بہت مشہور ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو نبی اکرم ﷺ نے غسل صحت فرمایا اور سیر وتفریح فرمائی اور چُوری تناول کی چنانچہ اسی خیال سے مرد وعورت اس روز کالے چنے بانٹتے ہیں، بعض تعویذات بھی بنا کر پہن لیتے ہیں نیز کچھ مخصوص وظائف بھی اس ماہ کے حوالہ سے پڑھ جاتے ہیں تاکہ نازل ہونے والی بلاؤں سے بچیں اور سمندر یا دریا وغیرہ کے کناروں پر سیر کی غرض سے نکلتے ہیں بعض جگہوں پر تو جلوس بھی نکالے جاتے ہیں یہ سب غلط اور خود ساختہ باتیں ہیں۔

کتب سیرت کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ماہ صفر کا آخری بدھ اس میں سرکار دو عالم ﷺ کی صحت مزید خراب ہوگئی تھی (مدارج النبوۃ (مترجم) ج 2 ص 561 ☆ تاریخ طبری (مترجم) ج 2 ص 383 ☆ الوفاء (مترجم) ص 788 ☆ تاریخ ابن کثیر (مترجم) ج 5 ص 222,252 ☆ احکام شریعت، از امام احمد رضا خان ☆ بہار شریعت: از مولانا امجد علی اعظمی ج 16 ص 659) علاوہ ازیں اس ماہ مبارکہ میں بیان کی جانے والی عبادات وظائف، نوافل میں کچھ بھی تعلیمات نبوی سے ثابت نہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ صفر کو منحوس نہ سمجھیں بلکہ مبارک اور سعد کا عقیدہ رکھیں نیز آخری بدھ کو جشن نہ منائیں کیونکہ یہ دن دشمنان رسول اکرم ﷺ کیلئے تو خوشی کا ہوسکتا ہے کہ آپ بیمار ہوئے تھے۔ کہیں مسلمان اس دن جو مرض وفات کا ہے دشمنان رسول اکرم ﷺ کی موافقت تو نہیں کر رہے۔ سوچیے۔



عہدِ رسالت میں صحابہ کرام کا جذبۂ حصولِ علم اس قدر تھا کہ لسانِ نبوت سے جو لفظ بھی ادا ہوتا تو صحابۂ کرام اسے سینے میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے لکھ کر بھی محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ اس دور میں بھی قوت حافظہ میں عربوں کا کوئی ثانی نہیں تھا لیکن صحابہ کرام ارشاداتِ نبوی کو لکھنے پر بھی بہت زور دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ قرآن کی تفسیر میں جو لفظ بھی ادا کرتے صحابہ کرام اسے لکھنے میں مسابقت کرتے۔ اسی طرح آقا کریم ﷺ قرآن کے جس حکم پر باقاعدہ عمل کر کے دکھاتے صحابہ کرام اس واقعہ کو اسی طرح قلمبند کرنے کی کوشش کرتے۔ حصولِ علم کے وارفتگان صحابہ کرام کا یہ عمل اس مقصد کے پیشِ نظر تھا کہ آقا کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والا ہر ہر لفظ بعد میں آنے والوں کے لیے بھی راہِ عمل بن سکے۔ بالفاظ دیگر قرآن مجید کی طرح آقا کریم ﷺ کی سنت بھی محفوظ ہو جائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فقید المثال تربیت فرما کر ان کے دلوں کو نورِ نبوت سے بھر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے قرآن مجید کی تشریح اپنے کردار اور فعل سے صحابہ کرام کے سامنے بطور نمونہ پیش کی تا کہ رہتی دنیا تک اسی پر عمل پیرا ہو کر امت مسلمہ اپنے لیے جنت کی راہ ہموار کر سکے۔ آپ ﷺ کے فیض یافتگان ہر وقت بارگاہِ نبوت سے علم و حکمت کے موتی تلاش کرنے میں مصروفِ عمل رہتے۔ بعض صحابہ کرام نے تو اپنے شب و روز دربارِ رسالت کے لیے ہی وقف کر دیے تھے جبکہ بعض صحابہ کرام ذاتی و خاندانی مصروفیات کی بناء پر اپنی جگہ کسی اور کو علم کے نور سے منور ہونے کے لیے دربارِ رسالت میں بھیج دیا کرتے تھے، پھر بعد میں ان سے حضور ﷺ کی تعلیمات سن کر عمل کرنا شروع کر دیتے تھے۔

صحابہ کرام کے اسی جذبہ کی دولت آج ہمارے پاس احادیث نبویہ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اس ضمن میں تاریخ اسلام کی چند ایسی عظیم المرتبت اور فقید المثال بزرگ ہستیاں سامنے آتی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کو محض اسی لیے وقف کر دیا تھا کہ وہ دن رات دربارِ نبوت سے علم کے موتی سمیٹنے میں مصروف رہیں۔ اسی وجہ سے بعض صحابہ کرام کے پاس کثیر تعداد میں ان کی اپنی تالیفات موجود تھیں جن کو انہوں نے کتابی صورت میں ذاتی لائبریری کی زینت بنایا ہوا تھا۔ اور ان صحابہ کرام کے شاگرد اور تبعین ان کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔ چند مؤلفین صحابہ کرام اور ان کی تالیفات کا ذکر درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہ میں سے ایک عظیم المرتبت اور بارگاہِ نبوی میں پیش پیش رہنے والے صحابی تھے۔ احادیث نبویہ کا بہت بڑا ذخیرہ آپ ہی سے مروی ہے۔ آپ نے اپنی زندگی احادیث نبویہ کو یاد کرنے اور اسے محفوظ کرنے کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ دیگر صحابہ کرام کے ساتھ ریاستِ مدینہ کی پہلی درسگاہ یعنی صفہ میں مقیم ہو گئے تھے تا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے روزمرہ کے معاملات کا مشاہدہ کر سکیں اور انہیں دوسروں کے لیے محفوظ کر سکیں۔ آپ احادیث مبارکہ کو سن کر لکھ لیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس راستے میں کئی مشکلات اور مصائب برداشت کیے، یہاں تک کہ کئی کئی دن تک فاقوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ کئی کئی دن تک صرف کھجور اور پانی پر گزارا کرنا پڑتا تھا۔ لیکن ان سب مشقتوں کے باوجود آپ اپنے مشن سے پیچھے نہ ہٹے اور آپ نے انتہائی جانفشانی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات و حالات کو کتابی صورت میں یکجا کرنے کی ذمہ داری اٹھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بہت بڑی تعداد میں احادیث و واقعات کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد حسن بن عمرو بن امیہ آپ کے پاس احادیث سننے اور سیکھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے شاگرد نے ایک حدیث کے متعلق بات کی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ حدیث میں نے سنائی ہے تو میرے پاس لکھی ہوئی محفوظ ہو گی۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ اپنے شاگرد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے جہاں احادیث نبویہ پر مشتمل بہت ساری کتابیں موجود تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے ان کتابوں میں احادیث تلاش کرنی شروع کر دی اور وہ حدیث ڈھونڈ نکالی۔ (فتح الباری، ۱/ ۱۸۴) گویا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کتابیں گھر میں ایک جگہ محفوظ کر کے رکھی ہوئی تھیں، جب کبھی ان کو کسی حدیث میں شبہ ہوتا تو وہ ان کتابوں تلاش کر کے اپنے دل کی تشفی کر لیا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے والد کے ایمان لانے سے پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ آپ بہت بڑے عالم، متقی اور زاہد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ علم و فضل اور عبادت و ریاضت میں دیگر صحابہ کرام پر خاص امتیاز رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ علم کی تلاش اور جستجو میں لگے رہتے۔ آپ عربی زبان کے علاوہ عبرانی زبان کے بھی ماہر تھے۔ اپنا اکثر

وقت فیضِ نبوت سے استفادہ کرتے ہوئے گزارا کرتے تھے۔آپ کی ذات میں علم یاد کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں قلمبند کرنے کا جذبہ بھی تھا۔ زبانِ رسالت سے جو کچھ سنتے وہ لکھ کر محفوظ کرلیا کرتے تھے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عمر بن العاص وہ شخصیت ہیں جن کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث کتابی صورت میں موجود ہیں۔مشہور تابعی حضرت امام مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوا اور تکیے کے نیچے سے ایک کتاب نکال کر دیکھنے لگا تو انہوں نے مجھے منع کیا۔اس انکار پر میں نے عرض کی کہ آپ تو مجھے اپنی کسی چیز اور کتاب سے منع نہیں فرماتے تھے تو انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ وہ صحیفۂ حق ہے جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر جمع کیا تھا۔(اسد الغابہ، ۳/ ۲۳۳) چنانچہ انہوں نے ایک ضخیم مسودہ حدیث تیار کیا تھا جس کا نام الصحیفہ الصادقہ (سچائی کا صحیفہ) رکھا تھا۔ایک مرتبہ آپ سے ایک سوال کیا گیا جس کا جواب اس وقت آپ کے ذہن میں مستحضر نہیں تھا تو اس پر آپ نے اپنا صندوق منگوا کر ایک کتاب نکالی جس میں سے دیکھ کر آپ نے جواب ارشاد فرمایا۔(مسند احمد، ۲/۱۷۶) احادیث کے معاملے میں آپ کی تالیف و تدوین کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ملفوظات میں سے مثالوں کو الگ لکھ لیا کرتے تھے۔گویا کہ ایک روایت کے مطابق آپ نے مختلف اوقات میں رسول اللہ ﷺ سے ایک ہزار مثالیں سن کر محفوظ کی تھیں۔(اسد الغابہ، ص ۴/ ۱۱۶) اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب صرف مثالیں ایک ہزار تک محفوظ تھیں تو احادیث کا کتنا بڑا ذخیرہ آپ کے پاس موجود تھا۔اسی طرح گذشتہ روایت کے مطابق آپ کے پاس ایک صندوق بھی تھا جس میں آپ کتابیں محفوظ کیا کرتے تھے۔مذکورہ بالا روایات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک بہترین مؤلف بھی تھے اور ان کی اپنی ذاتی لائبریری تھی جس میں کئی کتابیں محفوظ تھیں۔

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے چچا کے بیٹے تھے۔آپ کی والدہ نے ابتداء ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اس لیے آپ کی پرورش دین اسلام کے سائے میں ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ اکثر اوقات حضور نبی اکرم علیہ السلام کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔قریبی رشتہ داری کی وجہ سے آپ کو دربارِ نبوت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا۔آپ کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ ''اے اللہ! دین کی سمجھ عطا فرما اور تاویل کا علم عطا فرما۔'' اسی دعا کی برکت سے آپ کا علمی مقام بہت اعلیٰ و ارفع تھا۔آپ علم سیکھنے اور اسے محفوظ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔رسول اللہ ﷺ سے جو بات سنتے اسے لکھ لیتے۔جب کبھی خود بارگاہِ نبوت میں حاضری کا شرف حاصل نہیں کر پاتے تو حضرت ابورافع کے پاس جا کر ان سے معلوم کر کے رسول اللہ ﷺ کے معمولات قرطاس پر محفوظ کروا لیتے۔آپ کو حدیثیں جمع کرنے کا اتنا شوق تھا کہ صرف ایک حدیث سننے اور اس کی تصدیق کے لیے دور دور تک سفر کرنے کے لیے تیار ہو جاتے (تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۵) جمع و تدوین حدیث کے ذوق اور شوق کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ اتنی کتابیں تالیف کر چکے تھے جنہیں منتقل کرنے کے لیے اونٹ پر لادا جاتا تھا۔آپ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یہ کتابیں آپ کے شاگرد اور مشہور تابعی کریب علیہ الرحمہ کے پاس رہیں۔مشہور مؤرخ موسیٰ ابن عقبہ کا بیان ہے کہ کریب نے ہمارے لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی کتب کا اونٹ بھر بوجھ چھوڑا۔(طبقات ابن سعد، ۵/ ۲۹۳) اسی طرح آپ ایک عظیم مفسر بھی تھے۔قرآن مجید کی تشریح و تفسیر باقاعدہ اپنے شاگردوں کو املا کروایا کرتے تھے۔تفسیر طبری کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد مجاہد بن جبیر کو تفسیر قرآن املا کرائی تھی۔حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذاتی لائبریری میں قرآن کی تفسیر کے ساتھ ساتھ احادیث کی کئی کتابیں موجود تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمر نے سنِ بلوغ تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کرلیا تھا۔آپ بہت بڑے فقیہ تھے۔فتویٰ نویسی میں مہارت رکھتے تھے۔حضور ﷺ کی بے حد اتباع کرتے تھے۔یہاں تک کہ دورانِ سفر اگر ایسا مقام آجاتا جہاں کسی زمانے میں آقا کریم ﷺ نے اس جگہ پر قدم رنجہ فرما کر عزت و شرف بخشا ہو تو آپ بھی دورانِ سفر اُن متبرک مقامات پر اتر کر دوگانہ ادا فرمایا کرتے تھے اور نسبتِ رسول کی وجہ سے ان مقامات کی تعظیم فرمایا کرتے تھے۔آپ کو قرآن کریم سے بہت شغف تھا۔ایک رات میں پورا قرآن کریم ختم کرلیا کرتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ علم کو سیکھنے کے بعد اسے قلمبند کرنے پر زور دیا کرتے تھے۔آپ اپنے شاگردوں کو بھی اسی بات کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ علم کو لکھ کر قید کرلو۔آپ کے پاس اپنی کئی قلمبند کی ہوئی کتابیں موجود تھیں جو احادیث پر مشتمل تھیں۔آپ ان کتابوں کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔ایک روایت کے مطابق جب آپ بازار کی جانب کوچ فرماتے تو اس وقت تک گھر سے نہ نکلتے جب تک جب تک اپنی کتابوں پر ایک نظر نہ ڈال لیں۔(بحوالہ الجامع الاخلاق

الراوی وآداب السامع، ص ۱۰۰) گویا کہ آپ ان کتابوں پر نظر ڈال لیا کرتے تھے کہ راستے میں کوئی حدیث پوچھ لے تو اسے بتا سکیں۔

الغرض صحابہ کرام کے ان واقعات سے علم کی اہمیت کے ساتھ ساتھ کتابوں کی اہمیت کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس قدر علم اور کتاب سے محبت فرمایا کرتے تھے۔ آج ہمارے پاس علم کا جو بھی ذخیرہ احادیث کی صورت میں موجود ہے وہ سب ان صحابہ کرام کا مرہونِ منت ہے۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ جب تک کسی بھی قوم کا دامن علم سے وابستہ رہا وہ عروج و ترقی کی منازل طے کرتی رہی۔ لیکن جب کبھی کسی قوم نے علم کی اہمیت کو نظر انداز کیا تو ذلت و رسوائی اس قوم کا مقدر ٹھہری۔ مسلمانوں کے زوال کی ایک وجہ علم اور کتابوں سے دوری ہے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام پر اپنی کثیر رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم اور کتابوں کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

من کی بات

از قلم محمد سلیم مصطفائی

آج صبح نو بجے میں گوجرنوالہ سے لاہور عازم سفر ہوا جب لاہور میں داخل ہوا تو اچانک مزارِ اقبال پہ جانے کے وارفتگی اور شوق کے جذبات طبیعت پر نمودار ہوئے خیر میں گاڑی سے اترا اور یادگار کے اندر داخل ہو کر سیدھا "حضوری باغ" سے ہوتا ہوا عین مزار کے سامنے جا کھڑا ہوا اندر داخل ہونا چاہا مگر قدم ڈگمگا رہے تھے دل کے گوشے میں اک بات کہ کیسے سامنا کر سکوں گا خیر نہ چاہتے ہوئے بھی پائنتی کی جانب سے میں مزار میں داخل ہو گیا تو کچھ عجیب سی کیفیت ہونے لگی قلب ونظر میں طمانیت آنے لگی، میں سر جھکا کہ بیٹھ گیا کچھ لمحے گزرے تو محسوس ہوا کہ جیسے قبر کے اندر سے آواز آئی کہ کیا لائے ہو۔

ذہن پر تھوڑا دباؤ ڈالا قبل اس سے کہ کوئی بات ذہن میں آتی عالم کیف میں محسوس کیا کہ علامہ فرما رہے ہیں کہ ہماری کوششوں اور کاوشوں کا ثمر کیا لائے ہو۔ ہماری تگ ودو کا کتنا بھرم رکھا ہے، ہمارے ارمانوں کا کس قدر لحاظ رکھا ہے۔ اتنے سارے سوال میں ساکت وجامد رہ گیا زبان گنگ ہوگئی کہتا بھی کیا ان کی باتوں کو کتنا نقش کیا ہم نے شرمسار تھا کہ انکی توقعات کیا تھیں اور ہم کہاں کھڑے ہیں ان مراحل میں اُمنڈتے ہوئے آنسوؤں کا سیلاب روک نہ پایا طوفانِ اشک بہہ نکلا۔ صاحبو ہمیں سوچنا ہوگا اسلاف سے ٹوٹے اور شکستہ رشتے کو مضبوط کرنا ہوگا پھر ہی ہم اس قابل ہوں گے کہ

جلانا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ پنہاں سے
تیری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

صبح نے جب "اذتنفس" کا جامہ پہنا سحر اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو رہی تھی کچھ ہی لمحات میں سورج اپنی ننھی ننھی کرنیں اور تابانیاں بکھیرنے کو تیار تھا سویرے سویرے قریبی عزیز سے ایک ایسی شخصیت کے بارے بات ہونا شروع ہوگئی کہ جس نے ہزار ہا لوگوں کی زندگیاں بدلی تھیں جن کا جملہ جملہ زندگی بدلتا ہے امن و سلامتی کا شعور بانٹتا ہے جن کا عمل اُخوت و محبت کا درس دیتا تھا اک ایسا انسان کہ جس کہ پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا تھا جن کی زندگی تصوف و تمدن سے عبارت تھی اور ان کی زندگی میں عشقِ رسول ﷺ کا رنگ گہرا تھا ان کے نظریات و افکار کا منبع محبتِ رسول تھا وہ ذات کہ جو گداگروں کو بادشاہی کے گر سکھایا کرتے تھے جو دلوں کو حبِ الٰہی سے رسیلی گفتگو کیساتھ بھرا کرتے تھے وہ صوفیِ باصفا کہ جو دین کے اسرار ورموز سے آگاہ تھے جو طریقت وشریعت کے مخزن سے واقف تھے ان کی سادہ سی باتیں سالکین کی روحوں میں اتر جاتی تھیں آج انہی کے درِ دولت پہ جانے کا دل کیا اسی عزیز کو ساتھ لیا اور اس ہستی کے مرقد کی جانب چل پڑے چوبرجی روڈ سے ہوتے ہوئے میانی صاحب جا پہنچے ایک پھولوں والے سے اس مبارک ہستی کے مزار کا پتہ پوچھا، بتائے ہوئے رستے پہ چل دیے کچھ ہی دیر بعد وہاں پہنچ گئے جونہی مزار سامنے آیا تو زبان سے بے ساختہ شکر کے الفاظ نکلنے لگے باہر کھڑے ان کے چند فرمودات پڑھے دل میں ایک حسرت بھر آئی کہ کاش اس ہستی کے قربت میں چند لمحے بیٹھنے کی سعادت ملی ہوتی، خیر ہم اندر چلے گئے جونہی داخل ہوا تو دیکھا دائیں جانب ایک جملہ لکھا ہوا تھا جو

مرے دل میں پیوست ہو گیا ناپسندیدہ شخص سے محبت کرو اس کا کردار بدل جائے گا" ابھی اس جملے کا کیف وسحر نہ اترا تھا کہ دوسری جانب نگاہ پڑی زندگی میں سکون وراحت کا فارمولا لکھا ہوا تھا۔

زندگی سے تقاضہ اور ناشکری ختم کر دو سکون مل جائے گا" اس مرحلے کے گزرنے کے بعد میں قبر کے سامنے ذرا ہٹ کے بیٹھ گیا دل میں بڑا خوش تھا کہ قدرت نے بڑا کرم کیا اس ہستی کے مزار کی زیارت بخشی اسی اثناء میں قلندرِ لاہوری کے مزار پہ پیش آنے والے حالات پھر سے آنے لگے عالم تخیل میں یہ محسوس کیا کہ جیسے کہنے والا کہہ رہا ہے کہ میری یادوں اور باتوں کے تذکرے کرنے والو! میری باتوں پہ کتنا عمل کیا اس خاموشی سے سمجھی جانے والی گفتگو سے میرے ذہن کے سارے دریچے مقفل ہو گے کچھ دیر گزری تو یہ سوچنے پہ مجبور ہو گیا کہ یہ لوگ اوصافِ حسنہ سے متصف اور اخلاقِ رذیلہ سے کوسوں دور مگر ہم کیا ہیں پھر ذہن میں اقبال کی وہ تلخ حقیقت سامنے آگئی۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

اس حقیقت کے کھل جانے کے بعد آنکھوں نے آنسو برسانے شروع کر دیے وہاں کوئی بڑا ہجوم نہیں تھا بلکہ چند افراد تھے لیکن پاس سے ہزاروں لوگ گزرتے ہیں لیکن چند ہی لوگ اس مرکزِ محبت سے فیض پاتے ہیں ان کا مزار گویا زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی راہ رو منزل ہی نہیں

اس مبارک ہستی کا نام حضرت واصف علی واصفؒ ہے جن کا مزار آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

سوشل میڈیا سے انتخاب

سید عمیر حسنین

جہاں سوشل میڈیا مثلاً فیس بک، ٹیوٹر، واٹس ایپ پر جہالت اور اخلاقی اقدار کی پامالی کا دور دورہ ہے وہاں بعض مرتبہ اچھی تحریریں بھی مل جاتی ہیں جنہیں پڑھ کر ایک سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ہم انشاء اللہ ہر ماہ سوشل میڈیا سے انتخاب کے عنوان سے آپ کی خدمت میں ایسے موتی چن چن کر لاتے رہیں گے۔ جن سے کسی طرح اخلاقی پہلو، اسلامی اقدار کی عظمت اور اللہ رب العزت اور پیارے آقا کریم ﷺ کی محبت اجاگر ہو۔ ادارہ

سمارٹ فون........ ایک نکتہ

آج باباجی سے ملاقات ہوئی تو خلاف توقع ان کے ہاتھ میں سمارٹ فون تھا اور وہ وٹس ایپ پہ مسیج لکھ رہے تھے۔ یہ صورتحال میرے لئے نہ صرف نئی تھی بلکہ حیران کن بھی۔ حیران ہو کر پوچھا کہ باباجی لگتا ہے تبدیلی واقعی آگئی ہے۔ اس فضول چیز سے ہم پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن چھڑا نہیں پا رہے اور ایک آپ ہیں کہ اس عمر میں نیا شوق پال لیا۔ باباجی مسکرائے اور کہنے لگے "یہ اتنی بھی بری چیز نہیں۔ میں کافی شاکی تھا اس کے بارے میں لیکن آج اس نے وہ نکتہ بڑی آسانی سے سمجھا دیا جو میں برسوں نہیں سمجھ پایا تھا۔

میری حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ ایسا بھلا کونسا نکتہ ہو سکتا ہے جو باباجی کو سمارٹ فون سے سمجھ آیا۔ درخواست کی کہ تفصیلات بیان فرمائیں تاکہ ہم بھی مستفید ہو سکیں۔

باباجی بولے کہ میں دس بارہ دن سے دوستوں کے ساتھ وٹس ایپ پہ رابطے میں ہوں۔ جو دوست ایک دو دن کیلئے رابطہ نہیں کرتے ان کے نام اور پیغامات بہت نیچے چلے جاتے ہیں اتنے نیچے کہ میرا ہاتھ تھک جاتا ہے سکرول کرتے کرتے۔ اور جو رابطے میں رہتا ہے وہ لسٹ میں سب سے اوپر رہتا ہے۔ عرض کیا کہ ایسا ہی ہوتا ہے اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ یہ تو ہمیں سالوں پہلے پتا تھا۔

باباجی کہنے لگے، تم نے میری بات پہ غور نہیں کیا۔ ہم سب کا ایک رب ہے۔ جب ہم اسکے ساتھ رابطے میں رہتے ہیں اسکو یاد کرتے ہیں اس سے مانگتے رہتے ہیں تو اس کے پاس موجود لسٹ میں ہمارا نام اوپر ہی اوپر رہتا ہے۔ لیکن جیسے ہی ہم اس سے غافل ہو جاتے ہیں لسٹ میں ہمارا نام بہت نیچے چلا جاتا ہے۔ بس میں یہی نکتہ سمجھا ہوں کہ اگر اس کی لسٹ میں نام اوپر رکھنا ہے تو وقتاً فوقتاً" اسے کسی نہ کسی طرح یاد کرتے رہنا چاہئے۔

عبدالغفور جیسی موت

وہ ہر ملنے والے سے صرف ایک ہی درخواست کرتے تھے" آپ میرے لئے دعا کریں میرا خاتمہ ایمان پر ہو" لوگ انہیں خوش حالی، ترقی، صحت اور عہدے کی دعا دیتے تھے لیکن وہ اسے روک کر فرماتے تھے" آپ کی دعا سر آنکھوں پر لیکن مہربانی فرما کر آپ میرے لئے صرف اتنی دعا کر دیں اللہ تعالیٰ مجھے عبدالغفور جیسی موت نصیب کر دے" ہم حیران ہو کر پوچھتے تھے" سر یہ عبدالغفور کون تھا؟" وہ ہمارا سوال ہنس کر ٹال دیتے تھے' عزیز صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے نواز رکھا تھا' وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے'

1970ء کی دہائی میں ہارورڈ یونیورسٹی سے بزنس کی ڈگری لے کر آئے تھے، وہ صاحب علم بھی تھے، کتابوں کے ڈھیر پر سوتے اور کتابوں کے کمبل میں جاگتے تھے، دنیا میں جو بھی اچھی کتاب شائع ہوتی تھی وہ عزیز صاحب تک ضرور پہنچتی تھی اور عزیز صاحب اسے گھول کر پی جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت کی نعمت سے بھی نواز رکھا تھا، وہ 72 سال کی عمر میں 22 سال کے جوانوں کا جسم لے کر پھرتے تھے، انہیں زندگی میں کبھی سر درد تک نہیں ہوا تھا، وہ پیدائشی امیر بھی تھے، والد صاحب زمیندار بھی تھے اور صنعت کار بھی، وہ فلور ملوں کے مالک تھے، وہ اپنی گندم پیس کر بیچتے تھے اور کروڑوں کماتے تھے، والدین کی واحد اولاد تھے چنانچہ خاندان کا تمام مال و دولت اور سارا اثاثہ انہیں منتقل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سعادت مند اور پڑھی لکھی اولاد سے بھی نواز رکھا تھا چنانچہ وہ ہر لحاظ سے ایک شاندار زندگی گزار رہے تھے لیکن وہ اس کے باوجود ہر وقت خود بھی عبدالغفور جیسی موت کی دعا کرتے تھے اور دوسروں سے بھی یہی درخواست کرتے رہتے تھے، ہم وجہ پوچھتے تھے تو وہ فرمایا کرتے تھے "بس عبدالغفور مجھے سیدھا اور صحیح راستہ دکھا گیا، اللہ تعالیٰ اسے کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے" اور وہ اس کے بعد خاموش ہو جاتے تھے۔ یہ 1993ء کا حج تھا، مجھے انہوں نے بلایا، بڑے پیار سے ملے اور فرمایا "میں حج پر جا رہا ہوں اور شاید میں وہاں سے واپس نہ آسکوں، بس بیٹا میں نے آپ سے صرف ایک درخواست کرنی تھی، میں آپ کو جب بھی یاد آؤں آپ میری اولاد کے لئے ایمان پر خاتمے کی دعا کر دینا" میں نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا اور عرض کیا "آپ کیسے کہہ سکتے ہیں آپ حج سے واپس نہیں آئیں گے اور دوسرا آپ اس بار اپنے بجائے اپنی اولاد کے لئے کیوں دعا کرا رہے ہیں" وہ ہنس کر بولے "آپ مجھ سے ہمیشہ عبدالغفور کی کہانی سننا چاہتے تھے۔

میں سمجھتا ہوں اب وہ کہانی بتانے اور سنانے کا وقت آ گیا ہے، آپ عبدالغفور کی داستان سنو آپ کو میری بات سمجھ آ جائے گی" وہ رکے اور پھر آہستہ آواز میں بولے "عبدالغفور ہماری لاہور کی مل میں ملازم تھا، وہ بلا کا کام چور، سست اور دھوکے باز تھا، وہ مل کی گندم اور آٹا چوری کر کے بھی بیچ دیتا تھا، کام میں بھی سستی کرتا تھا اور وہ جی بھر کر نکھٹو بھی تھا، ہم نے کئی بار اسے نکالنے کا فیصلہ کیا لیکن پھر میں اپنے والد کی وجہ سے رک جاتا تھا، میرے والد نے نصیحت کی تھی، میرے بعد کسی ملازم کو نوکری سے نہیں نکالنا، عبدالغفور مجھے والد کی طرف سے ورثے میں ملا تھا چنانچہ میں اسے برداشت کرنے پر مجبور تھا، عبدالغفور کو زندگی میں کسی نے کبھی نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نہ ہی کوئی نیکی کا کام کرتے، وہ دبا کر سگریٹ بھی پیتا تھا اور چرس بھی، وہ پوری زندگی مقروض بھی رہا تھا، ہم ہر سال اپنے ایک ملازم کو حج پر بھجواتے تھے، ہم اس ملازم کے تعین کے لئے قرعہ اندازی کرتے تھے ہم نے ایک سال قرعہ اندازی کی، عبدالغفور کا نام نکل آیا، ہم نے اسے حج کی پیشکش کی لیکن اس نے انکار کر دیا، لوگوں نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ نہیں مانا چنانچہ ہم نے دوسرے ملازم کو بھجوا دیا، اگلے سال پھر اس کا نام نکل آیا، عبدالغفور نے اس سال بھی انکار کر دیا، ہم نے دوبارہ قرعہ اندازی کی، دوسری بار پھر اس کا نام آ گیا، ہم نے تیسری قرعہ اندازی کی پھر عبدالغفور کا نام آ گیا، ہم نے تجربے کے لئے مرتبان میں چوتھی مرتبہ عبدالغفور کی پرچی نہ ڈالی اور اس کی جگہ خالی پرچی ڈال دی، چوتھی مرتبہ پرچی نکالی تو وہ خالی نکلی گویا اللہ تعالیٰ ہر صورت عبدالغفور کو حج کرانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ نہیں مان رہا تھا، ہم نے اس پر بہت زور دیا مگر اس کا کہنا تھا مجھے تو نماز بھی نہیں آتی، میں حج کر کے کیا کروں گا، میں نے آخر میں اس کے ساتھ سودا کیا، میں نے اس سے کہا تم حج پر چلے جاؤ، میں تمہیں پورے سال کی تنخواہیں اضافی دے دیتا ہوں، وہ لالچ میں آ گیا، میں نے مولوی صاحب کا بندوبست کیا، مولوی صاحب نے اسے نماز اور حج کا طریقہ سکھایا، دعائیں اور آیتیں یاد کرائیں اور ہم نے اسے حج پر روانہ کر دیا، عبدالغفور حج پر گیا، حج کیا، طواف الوداع کیا، عشاء کی آخری نماز پڑھی، سجدے میں گیا اور سجدے ہی میں انتقال کر گیا، وہ مرنے کے بعد دیر تک سجدے میں پڑا رہا، ساتھیوں میں سے کسی نے ہلایا تو پتہ چلا عبدالغفور انتقال کر چکا ہے، آپ اللہ کے فیصلے دیکھئے اس رات امام کعبہ کا انتقال بھی ہو گیا، اگلی صبح امام کعبہ کا جنازہ تھا، عبدالغفور کی میت بھی امام کعبہ کے ساتھ حجر اسود کے سامنے رکھ دی گئی اور لاکھوں حاجیوں نے اس کا جنازہ پڑھا، ہمیں اطلاع دی گئی، ہم سے نعش کے بارے میں پوچھا گیا، ہم نے اس کی بیگم سے پوچھا، بیگم کا کہنا تھا اللہ تعالیٰ نے اگر اسے خانہ کعبہ بلایا ہے تو پھر اس کی تدفین بھی مکہ میں کر دی جائے، ہم نے اس کی تدفین کی اجازت دے دی اور یوں وہ مکہ مکرمہ میں دفن کر دیا گیا، میں اس کے نصیب پر حیران رہ گیا۔ میں اس کی بیگم کے پاس گیا اور اس سے عبدالغفور کی خوش بختی کی وجہ پوچھی، بیگم نے ایک عجیب بات بتائی، اس کا کہنا تھا "میرے خاوند میں کوئی خوبی نہیں تھی، اس نے زندگی میں کبھی کوئی نیکی نہیں کی، میں خود حیران تھی اللہ تعالیٰ نے اسے کس نیکی کا صلہ دیا،

میں کئی دن سوچتی رہی، پھر مجھے اچانک اس کی ایک اچھی عادت یاد آئی، ہمارے محلے میں ایک خوبصورت بیوہ ہے، یہ جوانی میں بیوہ ہو گئی تھی، محلے کے تمام لوفر اس پر بری نظر ڈالتے تھے، اس کی دو چھوٹی بیٹیاں تھیں، مکان اس کو اس کا مرحوم خاوند دے گیا تھا، گھر کے اخراجات اس کے دیور نے اٹھا لئے تھے لیکن مہنگائی میں اس کا گزارہ نہیں ہوتا تھا، وہ اپنی بیٹیوں کو پڑھانا چاہتی تھی، وہ اس کے لئے دوسروں کے گھروں میں کام کرنے جاتی تھی لیکن وہ جہاں جاتی تھی لوگ وہاں اس کی

عزت پر ہاتھ ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ وہ کام چھوڑنے پر مجبور ہوجاتی تھی' میرے خاوند کو پتہ چلا تو وہ اس کی ڈھال بن گیا' اس نے اسے اپنی بہن بنالیا' اس نے اپنی منہ بولی بہن کو گھر بٹھایا اور اس کی دونوں بیٹیوں کو سکول داخل کرا دیا' وہ لوگوں سے قرض لے کر' آپ کی فیکٹری سے چوری کر کے ان بچیوں کو تعلیم دلاتا تھا' وہ ہفتے دس دن بعد اپنی منہ بولی بہن کے گھر راشن بھی دے کر آتا تھا لیکن اس نے راشن دیتے وقت یا بچیوں کی یونیفارم' کتابیں اور فیس دیتے ہوئے کبھی اس کے گھر کی دہلیز پار نہیں کی تھی' وہ یہ تمام چیزیں ایک بڑی سی ٹوکری میں رکھتا تھا' وہ ٹوکری بیوہ کی دہلیز پر رکھتا تھا' دروازے پر دستک دیتا تھا اور کہتا تھا مریم بہن میں نے سامان باہر رکھ دیا ہے' آپ اٹھالیں اور مریم وہ سامان اٹھاتے وقت ہمیشہ کہتی تھی "جا میرے بھائی اللہ تعالیٰ تمہارا خاتمہ ایمان پر کرے" ہمیں یہ دعا عجیب لگتی تھی لیکن ہم چپ رہتے تھے' آپ نے اسے پچھلے سال بھی حج پر بھجوانے کی کوشش کی لیکن اس نے یہ سوچ کر انکار کر دیا وہ اگر سعودی عرب چلا گیا تو مریم بہن خود کو بے آسرا محسوس کرے گی' وہ اس بار بھی نہیں جانا چاہتا تھا لیکن آپ نے اسے پورے سال کی اضافی تنخواہ دے دی' عبدالغفور نے وہ ساری رقم مریم بہن کو دے دی' وہ حج پر چلا گیا' اس کا وقت پورا ہو چکا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے زبردستی مکہ بلوایا' مریم بہن کی دعا قبول ہوئی اور میرا خاوند ایمان کی عظیم حالت میں اللہ تعالیٰ کے پاس چلا گیا' آپ حیران ہوں گے مریم بہن نے جب یہ خبر سنی تو اس کے منہ سے بے اختیار شکر الحمدللہ نکل گیا" وہ رکے' چند لمبے سانس لئے اور پھر گویا ہوئے "میں یہ داستان سن کر سکتے میں آ گیا' میں اس کے بعد مریم بہن کے گھر گیا اور میں نے عبدالغفور کی طرح اس خاندان کی ذمہ داری اٹھالی' میں اس دن سے مریم بہن' عبدالغفور کی بیگم اور اپنے تمام دوستوں سے درخواست کر رہا ہوں آپ میرے لئے دعا کریں اللہ مجھے عبدالغفور کی موت نصیب کر دے' میں خود بھی دن میں سینکڑوں مرتبہ ایمان پر خاتمے کی دعا کرتا ہوں' میں نے زندگی میں کبھی حج نہیں کیا' میں پندرہ سال عبدالغفور کی طرح بلاوے کا انتظار کرتا رہا' اللہ تعالیٰ نے بالآخر میری بھی سن لی چنانچہ مجھے بھی عبدالغفور کی طرح زبردستی طلب کیا جا رہا ہے' میں جا رہا ہوں' مجھے یقین ہے اللہ مجھے عبدالغفور جیسی موت دے گا" وہ رکے' خوشی کے آنسو پونچھے' مجھے سینے سے لگایا اور اپنے بیڈروم میں چلے گئے' میں دیر تک ان کے ڈرائنگ روم میں حیران پریشان بیٹھا رہا۔ وہ چند دن بعد حج پر تشریف لے گئے' حج کیا' مدینہ منورہ تشریف لے گئے' عشاء کی نماز کے لئے مسجد نبوی گئے' سجدے میں گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا لیا' وہ جنت البقیع میں صحابہ اکرامؓ کی قربت میں دفن ہوئے' اللہ تعالیٰ نے انہیں عبدالغفور کی موت نصیب کر دی۔

مرسلہ: طلعت خان نیازی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قبل از اسلام ایک بہت بڑے تاجر تھے، آپ تجارت کے سلسلے میں ملک شام میں تشریف فرما تھے کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ چاند اور سورج آسمان سے اتر کر ان کی گود میں آپڑے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے چاند اور سورج کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا اور انہیں اپنی چادر کے اندر کر لیا صبح اٹھے تو ایک عیسائی راہب کے پاس پہنچے اور اس سے اس خواب کی تعبیر پوچھی راہب نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں ابوبکر ہوں اور مکہ کا رہنے والا ہوں راہب نے پوچھا کون سے قبیلہ سے ہیں آپ؟ فرمایا، بنوہاشم سے اور ذریعہ معاش کیا ہے۔ فرمایا تجارت راہب نے کہا تو پھر غور سے سن لو نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول ﷺ تشریف لے آئے ہیں وہ بھی اس قبیلہ بنی ہاشم سے ہی اور وہ آخری نبی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو خدا تعالیٰ زمین و آسمان کو پیدا نہ فرماتا اور کسی نبی کو بھی پیدا نہ فرماتا، وہ اولین و آخرین کے سردار ہیں۔

اور اے ابوبکر تم اس کے دین میں شامل ہو گے اور اس کے وزیر اور اس کے خلیفہ بنو گے، یہ ہے تمہارے خواب کی تعبیر اور یہ بھی سن لو میں نے اس نبی پاک کی تعریف و نعت تورات و انجیل میں پڑھی ہے اور میں اس پر ایمان لا چکا ہوں اور مسلمان ہوں لیکن عیسائیوں کے خوف سے اپنے ایمان کا اظہار نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے خواب کی یہ تعبیر سنی تو عشق رسول ﷺ کا جذبہ بیدار ہوا اور آپ فوراً مکہ معظمہ میں واپس آئے اور حضور کی تلاش کر کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور دیدار پر انوار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ حضور نے فرمایا ابوبکر! تم آ گئے لو اب جلدی کرو اور دین حق میں داخل ہو جاؤ صدیق اکبر نے عرض کیا، بہت اچھا حضور! مگر کوئی معجزہ تو دکھلایئے حضور نے فرمایا، وہ خواب جو شام میں دیکھ کر آئے ہو اور اس کی تعبیر جو اُس راہب سے سن کر آئے ہو میرا ہی تو معجزہ ہے۔ صدیق اکبر نے یہ سن کر عرض کیا، سچ فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔

سبق: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے وزیر اور خلیفہ برحق ہیں اور ہمارے حضور ﷺ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی آپ دانائے غُیُوب ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام مخلوق ہمارے حضور ﷺ کے ہی صدقہ میں پیدا کی گئی ہے اگر حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو!
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے



تاریخی اخلاقی کہانیاں

انتخاب: یاذان احمد

نماز کی برکت

اسلم سکول سے واپس آیا تو بہت پریشان تھا آتے ہی وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گیا اور رونے لگا اس کی امی کچھ کچن کا کام ختم کر کے باہر نکلیں تو ان کی نظر اپنے لاڈلے بیٹے پر پڑی جو اپنا بستہ زمین پر پھینکے پلنگ پر بیٹھ کر زاروقطار رو رہا تھا۔

وہ بے قرار ہو کر اسلم کے پاس آ کر بیٹھ گئیں اور اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے انہیں روتے ہوئے بتایا۔ امی میری صبح ہی خراب تھی صبح صبح بارش ہونے لگی تھی اور میری آنکھ بھی دیر سے کھلی جسکی وجہ سے میں سکول وقت پر نہ پہنچ سکا اور ٹیچر سے ڈانٹ پڑی۔

آج ہمارا ٹیسٹ بھی تھا میں تو پہلے ہی سب کچھ بھول گیا تھا جسکی وجہ سے ٹیچر سے مار پڑی۔ ہاف ٹائم میں میری ایک لڑکے سے لڑائی ہوگئی میں نے اسے مارا اور اس نے بھی مجھے مارا پھر یہ ہوا کہ سکول سے واپسی پر کچھ شرارتی لڑکوں نے مجھے دھکا دیا۔

جسکی وجہ سے میرا پاؤں کیچڑ سے بھرے گڑھے میں چلا گیا اور میرا جوتا گندا ہوگیا۔ یہ کہتے ہوئے اسلم نے اپنے جوتے کی طرف اشارہ کیا اور پھر بولا "امی صبح سے میرے سارے ہی کام اُلٹے ہوگئے۔" امی نے کچھ دیر تک اسلم کو غور سے دیکھا اور پھر پیار سے بولیں۔

بیٹا کیا آپ نے آج فجر کی نماز سے دن کا آغاز کیا تھا؟۔ یہ سوال سن کر وہ شرمندہ ہو گیا۔ امی اُسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔ "اللہ نے ہم پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں جو ہماری بے چینی کو سکوں میں بدل دیتی ہیں اور جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بھی ہیں۔

اگر آپ فجر کی نماز سے اپنی صبح کا آغاز کرتے ہیں تو اللہ آپ سے خوش بھی ہوتا اور آپ کی حفاظت اپنے ذمے لیتا۔ اس لیے بیٹا اپنے آپ کو نماز کا پابند کرلو۔ امی کا اتنا کہنا ہی کافی تھا وہ اُٹھ کر جانے لگا تو اُسکی امی نے پوچھا۔ "بیٹا کہاں جا رہے ہو؟"۔

اسلم نے جواب دیا امی میں کپڑے تبدیل کر کے مسجد جاؤں گا اور اللہ سے اتنی دیر دور رہنے کی معافی بھی مانگوں گا اور اس کا شکر ادا کروں گا کہ اس نے جلد ہی مجھے سیدھی راہ دکھا دی۔" اسلم کی امی اُسے جاتا دیکھ کر خوشی سے مسکرا دیں۔

آخرت کی تکلیف

عید کی آمد آمد تھی۔ دونوں صاجزادیاں اپنے شفیق باپ کے پاس آئیں اور بولیں "ابا حضور عید کا دن قریب آ رہا ہے ہمارے پاس پہننے کے لیے کوئی نیا جوڑا نہیں ہے۔ ہمارے پاس جتنے کپڑے ہیں وہ سب خراب اور پیوند زدہ ہیں۔

اس عید پر ہمیں بھی نئے کپڑے بنوا دیں۔ تا کہ ہم بھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ عید خوشی سے منا سکیں" باپ نے بیٹیوں کی بات سنی ایک لمحے کے لیے سر جھکا لیا۔ چاروں طرف خاموشی پھیل گئی تھی۔ مہربان باپ دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر اپنی بچیوں سے مخاطب ہوا "میری بچیو! جو کپڑے تم نے پہن رکھے ہیں۔

انھیں دھولو اور عید کے روز یہی کپڑے پہن لینا۔" "نہیں، بابا جان ہمیں نئے کپڑے بنوا کر دیں۔ عید پر سب نئے کپڑے پہنتے ہیں"۔ دونوں صاجزادیوں کا اصرار بڑھ گیا تھا۔

وہ باپ جس نے کبھی اپنی پیاری اولاد کی کوئی بات رد نہ کی تھی، شفقت بھرے لہجے میں بولا "میری شہزادیو! عید کا دن اللہ کی عبادت کرنے اور اس کی دی گئی نعمتوں کا شکر بجا لانے کا دن ہے۔ اس دن نئے کپڑے پہننا فرض تو نہیں"۔ لیکن صاجزادیاں تھیں کہ ضد کیے جا رہی تھیں۔ جب دونوں کی ضد اور اصرار حد سے بڑھ گیا اور باپ نے کوئی جواب نہ دیا تو، صاجزادیوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ صاجزادیاں روتے ہوئے باپ سے لپٹ گئیں۔

باپ تو پھر باپ تھا آخر کہاں تک برداشت کرتا۔۔۔ باپ بھی کون وقت کا خلیفہ جی ہاں امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز جن کی امارت کی گواہی مدینے کی گلیاں دیا کرتی تھیں۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر بنائے گئے، تو اس وقت ان کا ذاتی ساز و سامان اس قدر وسیع اور عظیم تھا کہ صرف اسی سے پورے تیس اونٹ لاد کر مدینہ منورہ بھیجے گئے، جسم اس قدر تر و تازہ تھا کہ ازار بند پیٹ کے پٹوں میں غائب ہو جاتا تھا، خوبصورت لباس و عطریات کے بے حد شوقین تھے، نفاست پسندی کا یہ عالم تھا کہ جس کپڑے کو دوسرے لوگ آپ کے جسم پر ایک دفعہ دیکھ لیتے تھے دوبارہ نہیں دیکھتے تھے، خوشبو کے لیے مشک اور عنبر استعمال کرتے تھے، کہنے والوں نے کہا" کہ ہماری سلطنت میں سب سے زیادہ خوش لباس، معطر اور خوش خرام شخص عمر بن عبدالعزیز تھے "آپ جس طرف سے گزرتے تھے گلیاں اور بازار خوشبو میں نہا جاتے"؛ لیکن جس دن خلیفہ اسلام بنائے گئے، آپ نے ساری جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کر دیں اور فرش، لباس، عطریات، ساز و سامان، محلات، لونڈی و غلام اور سواریاں سب بیچ دیے، اور قیمت بیت المال میں داخل کر دی، آپ کے پاس صرف ایک جوڑا رہتا تھا

جب وہ میلا ہوتا، اسی کو دھو کر پہن لیتے تھے۔

خلیفہ وقت اپنی صاحبزادیوں کے آنسو برداشت نہ کر پائے، دل بھر آیا۔ بیت المال کے نگران کو بلاوا بھیجا گیا۔ خلیفہ کہنے لگے" مجھے ایک ماہ کی پیشگی تنخواہ چاہیے" نگران نے عرض کیا "کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ پیشگی تنخواہ وصول کر لینے کے بعد ایک ماہ تک زندہ رہیں گے"۔ نگران کی بات سن کر خاموش ہوگئے اور پھر اپنی پیاری بیٹیوں سے مخاطب ہوئے" اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی خواہشات کو قربان کر دو۔ کیونکہ ایسے لوگوں سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ بے شک ایسے لوگ ہی جنت کے مستحق ہیں"۔ اس طرح یہ بات ختم ہوگئی اور آپ ریاست کے امور دیکھنے چلے گئے۔

حکومتی معاملات سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ کی دونوں شہزادیوں نے منہ پر سختی سے ہاتھ جما رکھے ہیں۔ آپ کے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آج گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اس لیے دونوں نے کچے پیاز کھا کر اپنی بھوک مٹائی ہے۔ پیاز کی بو چھپانے کے لیے ہاتھ منہ پر رکھے ہوئے ہیں۔ شفیق باپ کو بچیوں کا ایثار تڑپائے بغیر نہ رہ سکا۔ آنکھیں نم آلود ہوگئیں، فرمایا" میں خلیفہ وقت ہوں میرے لئے یہ کام مشکل نہیں کہ تمہارا دسترخوان لذیذ کھانوں سے بھر دوں۔

مگر کیا تم پسند کرو گی کہ ان دنیاوی نعمتوں کے بدلے میں تمہارا باپ دوزخ میں ڈال دیا جائے"۔ یہ الفاظ سن کر شہزادیوں کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ لیکن! ان کا ایک ایک آنسو پکار رہا تھا کہ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہمیں وہ راحتیں نہیں چاہئیں جن کے بدلے ہمارا باپ آخرت کی تکلیف میں مبتلا ہو"۔ تو کہیں آپ بھی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنے والدین کو آخرت کی تکلیف کی طرف تو نہیں لے کر جا رہے۔۔۔؟



اِمامِ طریقت، رہبرِ شریعت، مطلعِ اَنوارِ عرفانی، واقفِ اَسرارِ حقّانی، عالم علومِ ظاہر و باطن، فاضلِ اَجل، مرشدِ اَکمل، مظہرِ خوارق و کرامات مخدوم شیخ علی بن عثمان گنج بخش ہجویری جلابی عظیم المرتبت اولیاء میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور حضرت داتا گنج بخش کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

حضرت داتا صاحب کی ولادت پانچویں صدی کے شروع میں ہوئی، سال پیدائش 400ھ بمطابق 1009ء کے لگ بھگ ہے آپ حسنی سادات کے چشم و چراغ ہیں شجرۂ نسب اِس طرح ہے حضرت مخدوم علی بن عثمان بن سیّد علی بن عبدالرحمان بن سیّد عبداللہ (شجاع شاہ) بن ابوالحسن علی بن حسین اصغر بن سیّد زید شہید بن حضرت سیّدنا امام حسن بن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔ آپ کا خاندان ایک علمی خاندان سمجھا جاتا تھا جو افغانستان کے شہر غزنی کے دو محلوں میں آباد تھا۔ ایک کا نام ہجویر اور دوسرے کا نام جلاب۔ اِس لئے آپ علی بن عثمان بن علی الجلابی الہجویری، غزنوی (لاہوری) کہلاتے ہیں۔

آپ سلسلہ جُنیدیہ میں حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن الحسن جنیدی 460ھ سے بیعت تھے۔ آپ کا شجرۂ طریقت اِس طرح ہے حضرت شیخ علی بن عثمان ہجویری مرید شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے، وہ مرید حضرت شیخ جنید بغدادی کے، وہ مرید شیخ سری سقطی کے، وہ مرید حضرت معروف کرخی کے، وہ مرید حضرت داؤد طائی کے، وہ مرید حضرت حبیب عجمی کے، وہ مرید حضرت حسن بصریؒ کے اور وہ مرید امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے"۔

اِبتدائی تعلیم و تربیت اپنے خاندانی بزرگوں سے غزنی میں حاصل کی۔ اِس کے بعد علوم ظاہر و باطن کی تکمیل کیلئے ماوراءالنہر، آذربائیجان، فرغانہ، خراسان، مرو وغیرہ بلادِ اسلامیہ میں تشریف لے گئے، آپ کے اَساتذہ میں حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن ابوالعباس احمد بن محمد القصاب، شیخ ابوسعید ابوالخیر نہایت نامور ہستیاں ہیں۔ صرف ملک خراسان میں آپ نے تین سو 300 اَساتذہ سے علم حاصل کیا۔ آپ قطبِ وقت حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی الحنبلی کی داستانیں سنا کرتے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شیخ ختلی کی نگاہ آپ پر پڑی تو اَنوار و تجلیات برسنے لگے۔ آپ نے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پیری مریدی کا یہ رشتہ اِتنا محکم ہو گیا کہ ہمہ وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ جب مرشد نے دیکھا کہ میرا مرید علمی اور روحانی تکمیلِ فیض کر چکا ہے تو اُسے ہندوستان جانے کا حکم صادر فرمایا۔

پیرِ روشن ضمیر کے اِرشاد کے مطابق لاہور میں رہتے ہوئے، آپ نے ہنگامہ فضیلت و مشیخت گرم کیا۔ دِن کو طالبِ علموں کی تدریس اور رات کو طالبانِ حق کی تلقین ہوتی۔ ہزاروں جاہل عالم، ہزاروں کافر مسلمان، ہزاروں گمراہ رہبر، ہزاروں فاسق نیکوکار بنے۔ آپ کی رُوحانی اور اَخلاقی شخصیت کا اِس قدر اَثر کارفرما تھا کہ سب سے پہلے جو شخص اُن کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوا وہ پنجاب کا نائب حاکم رائے راجو تھا جو

بعد میں شیخ ہندی کے نام سے مشہور ہوا، مزار شریف کے خدمت گزار اور مجاور اِسی شیخ ہندی کی اَولاد سے تھے۔

خلقِ خدا کو فیض یاب کرنے کے بعد 465ھ بمطابق 1073ء کو پیمانۂ عمر لبریز ہوا آپ نے اپنی جان مبارک 65 سال کی عمر میں جانِ آفرین کے سپرد فرمائی اور اپنی مسجد اور دَرسگاہ کے قریب دفن ہوئے۔

اِس کے بعد سے آج تک فیوضِ باطنیہ سرمدیہ کا سلسلہ آپ کے مزار پُرانوار سے جاری ہے اور مزارِ مبارک مرجعِ خلائق رہے گا۔ سلاطینِ اِسلام میں سے پہلا بادشاہ سلطان مسعود بن سلطان ابراہیم 576ھ میں وارِدِ ہند ہوا جس نے آپ کے مزارِ مبارک کی زیارت کی سعادت حاصل کی اور مقبرہ تعمیر کیا۔ سلطان ابراہیم غزنوی سے لیکر اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور دارالشکوہ تک سب کے سب یہاں آتے رہے اور اِس وقت تک جو بھی حاکمِ وقت ہوا ہے اِس دربارِ مقدس کی حاضری سے ضرور مستفیض ہوتا ہے اور نذرِ عقیدت پیش کرتا ہے۔ صوفیاء کرام میں سے سب سے پہلے جس نے آپ کے مزار پُرانوار کی زیارت کی اور جوارِ قدس پر 580ھ میں پاؤں کی جانب میں چلہ و اِعتکاف کیا، وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہیں۔ اور بعد حصولِ مراد اور وقتِ رُخصت آپ کی شانِ اَقدس میں روضہ کی طرف رخ کر کے یہ شعر فرمایا:۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں راپیرِ کامل کاملاں رارہنما

اِن کے بعد 600ھ میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر حاضرِ بارگاہ ہوئے اور اِکتسابِ فیض فرمایا اور حضرت لال حسین لاہوری نے بھی فیض حاصل کیا۔ علیٰ ہذا القیاس، تمام بزرگانِ اقلیم ہند جس قدر ہوئے ہیں، سب نے آستانہ بوسی کی ہے۔ شہزادہ دارالشکوہ قادری فرماتے ہیں کہ چالیس جمعرات یا چالیس دن کامل کوئی پیہم اُن کے دربار پُرانوار پر حاضری دے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے جو مانگے سو پائے۔

آپ کی کئی تصانیف ہیں، جن میں سے کشف المحجوب زیادہ مشہور ہے یہ تصنیف در حقیقت کامل رہنما ہے اور کتبِ تصوف میں مرشد کامل ہے۔ ''کشف المحجوب'' تصوف کی کتابوں کی سردار ہے جو اِسے توجہ سے پڑھے، اُس کی دُنیا وآخرت سنور جاتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش نے بے شمار حجابات کو اِس میں کھولا ہے۔ کتاب کے شروع میں آپ نے علم کی اہمیت کو خوب بیان کیا ہے اور نماز، جسے عبادات میں مرکزی اَہمیت حاصل ہے، اُسے بھی بڑے حسین پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کے بغیر کلمہ گو اِنسان صحیح مسلمان نہیں بن سکتا۔

فرماتے ہیں کہ: علم دو قسموں کا ہے۔ ایک ''علمِ اِلٰہی'' دوسرا ''علمِ مخلوق''۔ بندہ کا علم، علمِ الٰہی کے مقابلے میں لَاشَیئ محض ہوتا ہے۔ کیونکہ علمِ الٰہی اللہ تبارک وتعالیٰ جلَّ مجدہٗ الکریم کی صفتِ قدیم ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اُس کی صفتوں کیلئے اِنتہا نہیں۔ جبکہ ہمارا علم ہماری صفت ہے جو ہمارے ساتھ قائم ہے اور ہمارے اَوصاف متناہی ہیں۔

''علم'' کی تعریف: معلوم چیز کا اِحاطہ کرنا اور اُس کو بیان کرنا ہے اور علم کی نہایت عمدہ تعریف یہ ہے کہ: ''علم ایک صفت ہے جس سے جاہل عالم ہو جاتا ہے''۔ پس تھوڑے سے علم کی مدد سے بہت سا عمل کرنا چاہیئے اور ضروری ہے کہ علم کے ساتھ عمل بھی ہو۔ کیونکہ رسول اللہﷺ فرماتے ہیں: ''عابد علمِ دین کے جانے بغیر خراس کے گدھے جیسا ہے کہ وہ کتنا ہی گھومے اپنے پہلے ہی قدم پر رہتا ہے اور آگے راستہ طے نہیں کر سکتا''۔ فرماتے ہیں ''میں نے عوام النّاس کا ایک گروہ دیکھا ہے جو علم کو عمل پر فضیلت دیتا ہے اور دوسرا گروہ عمل کو علم پر لیکن یہ عمل نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ عمل اُس وقت ہوتا ہے، جب علم اُس کے ساتھ شامل ہو''۔ چنانچہ ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت ابراہیم بن ادہم نے راستہ میں ایک پتھر دیکھا اُس پر لکھا ہوا تھا مجھے اُلٹ کر پڑھو۔ پس اُنہوں نے اُس کو پلٹا اُس پر لکھا ہوا تھا۔ ''تو جانی ہوئی چیز پر تو عمل نہیں کرتا۔ پس کیسے اُس چیز کو تلاش کرتا ہے جس کو تو نہیں جانتا؟''۔

حضرت حاتم اصم نے فرمایا کہ میں نے چار علوم اِختیار کئے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا! وہ کون سے چار علوم ہیں؟ فرمایا: (۱) میں نے جان لیا کہ میرا رزق مقدّر ہو چکا ہے اِس لئے لالچ نہیں کرتا، محنت کرتا ہوں۔ (۲) میں نے یہ جان لیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ معبودِ برحق کا مجھ پر حقِ بندگی ہے جس کو سوائے میرے اور کوئی اَدا نہیں کر سکتا۔ (۳) میں نے یہ جان لیا کہ میرا ایک تلاش کرنے والا ہے۔ (یعنی ملک الموت) کہ میں اُس سے بھاگ نہیں سکتا اِس لئے میں نے اُس کا سامان کر لیا ہے۔ (یعنی نیک کام کرتا ہوں) (۴) میں نے یہ جان لیا ہے کہ میرا ایک مالک ہے جو میرے اَحوال سے واقف ہے اِس لئے میں نے اُس سے شرم کی ہے اور ناکردنی کاموں سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے اور جب اِنسان یہ جانتا ہے کہ اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے۔ تو وہ کوئی اَیسا کام نہیں کرتا جس سے اُس کو اللہ کے سامنے قیامت کے روز شرمسار ہونا پڑے۔ (اگر کوئی یہ چار علوم حاصل کر لے تو وہ سلوک کی منزلوں کو آسانی سے طے کر سکتا ہے)۔ فرماتے ہیں: حضرت بوعلی نے لکھا ہے۔

علم جہالت کی موت ہے۔ دِل کا زندہ ہونا اور کفر کی تاریکی سے اِیمان کی آنکھ کا روشن ہونا ہے۔ جس شخص کو معرفتِ الٰہی کا علم نہیں اُس کا دِل

جہالت کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اہلِ غفلت کا دِل بیمار ہے کہ وہ اُس کے اَحکام (اَوامر ونواہی) سے بے خبر ہیں''۔

فرماتے ہیں: شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے کیا ہی اَچھا فرمایا ہے کہ ''تین اَقسام کے لوگوں کی محفل سے پرہیز کرو''۔ (۱) غافل علماء۔ (۲) خوشامدی فقراء۔ اور (۳) جاہل صوفیاء۔

فرماتے ہیں: حضرت بایزید بسطامی کا فرمان ہے: ''میں نے تیس سال کا مجاہدہ کیا مگر میں نے علم اور اِس کے مطابق عمل کرنے سے اور کسی چیز کو اپنے لئے مشکل نہیں پایا''۔

(۱) آگ پر قدم رکھنا، طبیعت کیلئے علم کے مطابق چلنے سے زیادہ آسان ہے۔ (۲) پل صراط پر ہزار بار گزرنا جاہل کے نزدیک علم کا ایک مسئلہ سیکھنے سے زیادہ آسان ہے۔ (۳) فاسق کیلئے دوزخ میں رہنا علم کے ایک مسئلہ پر عمل کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ فرماتے ہیں۔ پس تیرے لئے علم سیکھنا اور اِس میں کمال حاصل کرنا لازم ہے۔

نماز ایک مخصوص عبادت ہے جو روزانہ چند مخصوص اَحکام کے ساتھ اَدا کی جاتی ہے اور اللہ جلّ جلالہٗ کا حکم ہے پانچ وقتوں میں نمازیں ادا کرو۔

حدیث شریف میں ہے۔ ''حضور نبی کریمؐ نماز پڑھا کرتے تھے تو آپؐ کے قلبِ منور میں اَیسا جوش ہوتا تھا جیسا کہ کانسی کی دیگ میں، جس کے نیچے آگ جلتی ہو''۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علیؓ نماز کا قصد کیا کرتے تو آپؐ کے بدن کے بال کھڑے ہو جاتے اور کپڑے سے باہر سر نکال دیتے اور آپ ص پر کپکپی طاری ہو جاتی اور فرماتے کہ اُس اَمانت کے اَدا کرنے کا وقت آ گیا ہے جس کے اُٹھانے سے آسمان اور زمین عاجز آ گئے تھے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حاتم اصم سے پوچھا۔ آپ نماز کس طرح اَدا کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: کہ جب نماز کا وقت آ جاتا ہے تو ایک وضو ظاہر کا کرتا ہوں اور ایک باطن کا۔ ظاہری وضو پانی سے کرتا ہوں اور باطنی وضو توبہ سے۔ پھر مسجد میں داخل ہوتا ہوں اور مسجد بیت الحرام کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ مقامِ ابراہیم کو اپنے دو اَبرو کے سامنے رکھتا ہوں، بہشت کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا ہوں اور ملک الموت کو اپنی پیٹھ کے پیچھے خیال کرتا ہوں، پھر نہایت حُرمت کے ساتھ قیام اور بڑی ہیبت کے ساتھ قرأت اور خاکساری کے ساتھ رکوع، عاجزی کے ساتھ سجود اور بڑے حلم و وقار کے ساتھ قعود اور پھر آخر میں شکرِ حق کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں اور توفیق قبضۂ قدرت میں ہے۔

یہ جاننا چاہئے کہ نماز ایک اَیسی عبادت ہے کہ طالبانِ حق، اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں اِبتداء سے اِنتہا تک اِسی سے راہِ حق پاتے ہیں اور اِسی میں مشغول ہوتے ہیں۔ اِن کے مقامات عموماً اِس میں کشف ہوتے ہیں۔ چنانچہ طہارت طالبانِ حق کے لئے توبہ ہوتی ہے اور قبلہ کی طرف رُخ کرنا پیر کے ساتھ تعلق کے قائم مقام ہے اور قیام کرنا مجاہدۂ نفس اور قرأت ذکرِ دوام اور رکوعِ تواضع اور معرفتِ نفس اور تشہد، اُنسِ حق اور سلام دُنیا سے علیحدگی اور مقامات کی پابندی سے نکلنے کے قائم مقام ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہؐ دُنیا کے تمام تعلّقات سے منقطع ہو جاتے تو کمالِ حیرت کے محل میں شوقِ دیدار کے طالب ہوتے اور فقط یادِ حق سے تعلق مضبوط کرتے، پھر فرماتے: اَرِحْنَا یَا بِلَالُ بِالصَّلٰوۃِ ''اے بلال ص ہمیں نماز سے خوش کرو''۔ یعنی نماز کی اذان دو تا کہ نماز پڑھ کر راحتِ قلب حاصل کریں۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا ''نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے''۔ یعنی مجھے نماز ہی میں سرور اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں: سچے فرمانبردار کی علامت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ اُس کے لئے مقرر ہوتا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وہ اُس بندہ کو نماز اَدا کرنے پر آمادہ کرے اور اگر وہ شخص سو رہا ہو تو اُسے بیدار کر دے اور یہ علامت حضرت سہل بن عبداللہ تستری میں ظاہر تھی۔ اِس لئے کہ آپ بوڑھے اور معذور ہو گئے تھے۔ لیکن جب نماز کا وقت آیا تو ٹھیک ٹھاک ہو جاتے اور نماز اَدا کر چکتے تو پھر عاجز اور معذور کھڑے کے کھڑے رہ جاتے۔

آپ لکھنا چاہتے ہیں؟

تو سبیلِ ہدایت کے صفحات حاضر ہیں۔ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائیگی۔
سبیلِ ہدایت کی پالیسی کے مطابق مضامین و نگارشات ارسال کریں۔ نگارشات ارسال کرتے وقت ان باتوں کا خاص خیال رکھیں۔

1۔ مضمون کاغذ کے ایک جانب اور ایک لائن چھوڑ کر خوشخط تحریر کریں۔ مضمون 500 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔ مضمون ان پیج میں کمپوز شدہ بھی ای میل کر سکتے ہیں۔
2۔ مضمون میں حوالہ جات کا ہونا ضروری ہے۔ آخر میں حوالہ جات کی مکمل فہرست بھی تحریر کریں۔
3۔ آخر میں اپنے دستخط کے ساتھ مکمل نام و پتہ اور فون نمبر ضرور تحریر کریں اور اس کی ایک فوٹو کاپی اپنے پاس رکھیں۔
4۔ نقل شدہ اور فوٹو کاپی قابلِ قبول نہیں ہوگی۔
5۔ سیاسی، متنازعہ اور فرقہ وارانہ مضامین شائع نہیں کئے جاتے۔

ادارہ



نام ونسب: اسمِ گرامی: محمد۔ تاریخی نام"المختار"جدامجد مولانا رضاعلی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے"احمد رضا"نام رکھا، اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔

القاب: اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت، مجدد اسلام، شیخ الاسلام، حامیِ سنت، ماحیِ بدعت وغیرہ۔

سلسلہ نسب: اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بن محمد سعید اللہ خاں۔ علیہم الرحمۃ والرضوان ۔(آپ کا تعلق"افغانستان" کے معزز قبیلہ"بڑھیچ پٹھان" سے ہے)۔

تاریخِ ولادت: آپ کی ولادت باسعادت بروز ہفتہ، ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ، مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء، بوقتِ ظہر، محلہ جسولی" بریلی شریف (انڈیا) میں ہوئی۔ خود امام اہلِ سنّت نے اپنی ولادت کا سن ہجری (1272ھ) اس آیتِ مبارکہ سے اخذ کیا ہے: اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ (سورۃ المجادلۃ:22)

تحصیلِ علم: اعلیٰ حضرت کی رسمِ بسم اللہ کے بعد تعلیم کا سلسلہ جاری ہو گیا آپ نے چار برس کی ننھی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کرلیا۔ چھ سال کی عمر میں ماہِ ربیع الاول شریف کی تقریب میں ایک بہت بڑے اجتماع کے سامنے میلاد شریف" کے موضوع پر ایک پر مغز اور جامع بیان کر کے علمائے کرام اور مشائخ عظام سے تحسین و آفرین کی داد وصول کی۔ ابتدائی اردو اور فارسی کی کتب پڑھنے کے بعد میزان و منشعب حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ ؒ سے پڑھیں۔ پھر آپ نے اپنے والد ماجد سند المحققین حضرت مولانا شاہ نقی علی خان سے اکیس علوم حاصل کیے۔"شرح چغمینی" کا بعض حصہ حضرت علامہ مولانا عبد العلی رام پوری پڑھا۔ ابتدائی علم تکسیر وجفر" شیخ المشائخ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہرویؒ سے حاصل کیے۔ علمِ تصوف کی تعلیم استاذ العارفین مولانا سید آلِ رسول مارہرویؒ سے حاصل فرمائی۔ تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کی عمر میں 14/شعبان المعظم 1286ھ، مطابق 19/نومبر 1869ء کو فارغ التحصیل ہوئے اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوتِ حافظہ سے خوب نوازا تھا۔ صرف مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں ایک پارہ حفظ کرلیتے تھے، اور ایک ماہ میں قرآنِ مجید مکمل کرلیا۔ اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست تو بہت مختصر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے حبیب ﷺ کی عطا سے آپ کا سینہ علم و معرفت کا خزینہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بہت سے علوم کے بانی و موجد ہیں۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ)

بیعت وخلافت: آپؒ 1294ھ، مطابق 1877ء کو شیخ المشائخ حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی کے دستِ حق پرست پر سلسلہ اعلیٰ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ سیرت وخصائص: اعلی حضرت، امامِ اہلسنت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رسالت، حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، شیخ الاسلام، مجدد دِ مأۃ ماضیہ، حالیہ، آتیہ، مفسرِ عدیم النظیر، محدثِ باکمال، فقیہِ علی الاِطلاق شاہ امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام اہلِ سنت امام احمد رضا خاں محض ایک فرد نہیں بلکہ ایک جامعہ ہیں۔ آپ کی سیرتِ مبارکہ اور کارہائے نمایاں سے قرونِ اولیٰ کے اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایسی جامع وکامل وعالی مرتبت ہے، جن کی علمی سطوت وشوکت اور مخالفین ودشمنانِ اسلام پر ہیبت دبدبہ ان شاء اللہ العزیز آئندہ تاقیامِ قیامت اپنی پوری آب وتاب اور شان وشوکت کے ساتھ آفتاب نصف النہار کی طرح مطلعِ علم وشریعت پر چھائی رہے گی۔ آپ کی پھیلائی ہوئی شمعِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی مہک پورے عالم میں پھوٹتی رہے گی اور ہر آنے والے دن کے ساتھ اس کی خوشبو اور فیض رسانی میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ مروجہ علوم دینیہ کے علاوہ ایسے علوم پر مہارت رکھتے تھے جن سے عام طور پر علماء تعلق نہیں رکھتے، اور کچھ علوم کے تو بانی وموجد ہیں، ہر فن میں قیمتی تحقیقات وتعلیقات کا اضافہ کیا۔ آپ نے پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں تصانیف کا یادگار ذخیرہ چھوڑا۔ جدید حساب سے ان کی تعداد ایک سو بیس کے قریب ہے۔ اسی طرح مختلف علوم وفنون پر ایک ہزار سے زیادہ یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔ صرف فتاوٰی رضویہ کی جدید طباعت تیس جلدوں میں ہے۔ بہت سی کتب طباعت کے مراحل میں ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اس پیکرِ حق وصداقت، حاملِ علم ومعرفت کا نام ہے جسے "عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا"کی تعبیر اور "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا"کی تصویر، اور"وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ"کی تفسیر کہیں تو بے جانہ ہوگا۔ مدح وثناخوانی میں حافظ

شیرازی، امام بوصیری وجامی بلکہ حسان الہند کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ صرف "ترجمۂ کنز الایمان" دیکھ لیں حقائق ومعرفت کا خزینہ ہے، اس ترجمے میں رازی کی موشگافیاں، غزالی کا تصوف، جامی کی وارفتگی، حضرت بلال کا عشق، نعمان بن ثابت کا تفقہ ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو اس آیت کا ترجمہ پڑھ لیں۔ "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" مجھے حیرت ہے ان نام نہاد موحدین پر جو یہود ونصاریٰ کے ظلم وستم اور فواحش پر تو خاموش رہیں اور عظمتِ خدا وعشقِ مصطفیٰ ﷺ کے ترجمے پر پابندی لگادیں۔ مزید ستم ظریفی دیکھیں کہ جس امام نے ردِ بدعات، بے حیائی وخرافات، جاہلانہ رسوم ورواج کے خلاف ساری زندگی جہاد فرمایا اور سب سے زیادہ ان جہال کے خلاف لکھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جس نے شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کی خاطر اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر، دن رات خدمت کی اسے "حامیِ بدعات" بنادیا، اور دینِ اسلام میں تحریف کرنے والے، عظمتِ خدا عزَّ وجَلّ اور عزتِ مصطفیٰ ﷺ پر حملے کرنے والے، کفار ومشرکین سے دوستی کرنے والے، اور ان کیلئے مر مٹنے والے، ان کو منبروں پر بٹھانے والے، اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والوں کو "شیخ الاسلام" اور توحید" کا ٹھیکیدار بنادیا۔

فَاشْتَكِىْ اِلَى اللّٰهِ ،وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرِ۔

حق کے آگے جتنے پروپیگنڈے کیے جائیں، پردہ ڈالنے کی کوششیں کی جائیں، حق چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔ بلکہ حق ہوتا ہی وہ ہے جو ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ چاہے مخالفین کچھ بھی کرلیں۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا میں "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی آواز قلوب واذہان کو منور کررہی ہے۔ پوری دنیا میں عزتِ مصطفیٰ ﷺ کی بدولت عظمتِ احمد رضا کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ آج پوری دنیا کی یونیورسٹیز میں مختلف زبانوں میں آپ کی سیرت وتصانیف پر متعدد افراد ڈاکٹریٹ کرچکے ہیں، اور کئی افراد کررہے ہیں، اور یہ علمی سفر جاری وساری ہے۔ (الحمد للہ علیٰ ذالک)

آپ کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ آپ فنا فی الرسول ﷺ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دمِ آخرین اپنے عقیدت مندوں، وارثوں، اور تمام اہل سنت کو جو وصیت فرمائی اس کو حرزِ جان بنانے کی ضرورت ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہوجاؤ، جس کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ کیسا ہی بزرگ ومعظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو"۔ (وصایا شریف)۔

وصال: بروز جمعۃ المبارک 25 صفر المظفر 1340ھ، مطابق 28 اکتوبر 1921ء کو دن دو بج کر 38 منٹ پر عین اذانِ جمعہ میں اُدھر "حی علی الفلاح" کی پکار سنی ادھر روح پُرفتوح نے "داعیِ الی اللہ" کو لبیک کہا۔ آپ کا مزارِ پُرانوار بریلی شریف (انڈیا) میں مرجعِ خلائق ہے۔ مبلغِ اعظم حضرت علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی فرماتے ہیں

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیمِ جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

(ماخذ ومراجع: حیاتِ اعلیٰ حضرت، سوانح امام احمد رضا، سیرتِ اعلیٰ حضرت، تاجدار بریلی نمبر)

□□□□□□

حکایات سعدیؒ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قاعدہ تھا کہ جبکہ کوئی مسلمان شریک طعام نہ ہوتا کھانا نہ کھاتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ہفتے تک کوئی مہمان آپ کے گھر نہ آیا تو آپ خود باہر تشریف لے گئے کہ کوئی مسافر ملے تو اس اپنا مہمان بنائیں چنانچہ اس جستجو آپ کو ایک لاغر وناتواں بوڑھا نظر آیا جو بھوک سے نڈھال تھا آپ نے اسے کھانے کی دعوت دی تو وہ بخوشی تیار ہوگیا۔

حضرت خلیل علیہ السلام نے اپنے اس مہمان کو گھر کے افراد کے ہمراہ نہایت عزت سے دسترخوان پر بٹھایا لیکن جب اس نے کھانا شروع کیا تو مسلمانوں کے دستور کے مطابق بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ کہا، اس بات سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت متعجب ہوئے اور آپ نے فرمایا بوڑھے تو زیادہ دانا ہوتے ہیں آخر کیا وجہ تھی کہ کھانا شروع کرتے وقت تو نے رزاق حقیقی کا نام نہیں لیا۔

بوڑھے نے جواب دیا میں کبھی ایسا نہیں کرتا کیونکہ میں مسلمان نہیں ہوں۔ آتش پرست ہوں بوڑھے کا جواب سنا کر حضرت ابراہیم نے دل میں اس بات پر افسوس کیا کہ ایک غیر مسلم کو اپنا مہمان بنایا اوا سے دسترخوان سے اٹھادیا اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) ہم پر یہ بات بخوبی عیاں ہے کہ ہماری جگہ پہ یہ شخص آگ کو اپنا معبود جانتا ہے اور اسی کو سجدے کرتا ہے لیکن اس کے باوجود تو سو سال سے برابر سے روزی پہنچارہے ہیں تو اسے ایک وقت کا بھی کھانا نہ دے سکا ناپاک خیال کرکے دسترخوان سے اٹھادیا۔

کرم کرتے ہوئے کیا پوچھنا یہ کون ہے کیا ہے...... بس اتنا جاننا کافی ہے یہ اللہ کا بندہ ہے



پی ٹی آئی سے تعلق رکھنے والی رکن قومی اسمبلی عاصمہ حدید کی ہاؤس میں اسرائیل کے ساتھ مل کر چلنے والی تقریر کے بعد سے سوشل میڈیا پر صارفین کا سب سے زیادہ زیرِ بحث یہی موضوع رہا ہے۔ اور تقریباً ہر کس و ناکس نے اس حوالے سے اپنی رائے اور تجزیہ پیش کیا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے حامی اور خواہاں حضرات نے عقلی دلائل اور اخلاقیات کا درس دیتے ہوئے تعلقات قائم کرنے کے حق میں بہت کچھ لکھا جبکہ دوسری طرف اس تعلقات کے مخالفین نے بھی اس ناجائز ریاست اور اس کے فلسطینی علاقوں کو زبردستی قبضہ کرنے کی وجہ سے زبردست مخالفت بھی کی ہے۔

اسرائیل کو تسلیم کرنے اور یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے کے حوالے سے تبدیلی کے دعوے دار پی ٹی آئی کے کئی دوستوں نے علماء کرام کو آسان ہدف سمجھ کر نہ جانے کیا کچھ کہا۔ مسلم ہسٹری سے ناواقف اور تاریخ اسرائیل سے نابلد ایسے دوستوں کی خدمت میں صرف یہ ایک آیت کریمہ، ایک حدیث مبارک اور بابائے قوم کا اس حوالے سے مؤقف پیش کرتا ہوں کہ شاید ان کو کچھ حقیقت حال معلوم ہوجائے اور اپنی سوچ کا زاویہ درست کریں۔

یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۵۱ (المائدہ 51)

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ (۱) یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ (۲) تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بیشک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔ (۳)

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے :عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي عليه الصلاة والسلام قال:" أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ"

وفي صحيح مسلم من حديث عمر رضي الله عنه أنه عليه الصلاة والسلام أمر بذلك :" لَئِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللهُ، لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ"

وجاء في حديث عائشة عند أحمد:" لَا يَجْتَمِعُ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ دِينَانِ"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین (یہود و نصاریٰ) کو جزیرہ عرب سے باہر نکالو۔ اور صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال کر باہر کردوں گا"۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: "جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتے"۔

اسی طرح جب اسرائیل نے سفارتی تعلقات کے لیے بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح کو ٹیلی گرام پیغام بھیجا تو ان کا جواب تھا: "یہ امت کے قلب میں خنجر گھسایا گیا ہے، یہ ایک ناجائز ریاست ہے جسے پاکستان کبھی تسلیم نہیں کرے گا"

قائد اعظم نے اسرائیل کو سفارتی تعلقات کے لیے بھیجے گئے ٹیلی گرام کے جواب میں یہ سخت ترین الفاظ تحریر کیے تھے۔

اب آپ ذرا غور سے اسرائیل کا نقشہ دیکھیے یہ کسی خنجر سے ہی مشابہ محسوس ہوتا ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اسرائیل نے یہ شکل قائد اعظم کی وفات کے کئی عشرے بعد اختیار کی۔ آج یہ خنجر امت کو لہولہان کر رہا ہے۔ زیرک، دور اندیش اور دانا قائد اعظم محمد علی جناح نے 1937ء میں ہی فلسطین کو درپیش خطرات کو محسوس کرتے ہوئے ممکنہ یہودی ریاست کے خلاف آواز اٹھانی شروع کردی تھی اور غالباً برصغیر میں وہ اس وقت سب سے طاقتور آواز تھی۔ دوسری جنگ عظیم میں قائد اعظم نے یہودیوں کو فلسطین میں بسانے کی کوشش کرنے پر امریکہ پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا:

"یہ نہایت ہی بے ایمانی کا فیصلہ ہے اور اس میں انصاف کا خون کیا گیا ہے"

اس وقت قائد اعظم نے عربوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اپنے حقوق کے لیے ڈٹ جائیں اور خبردار ایک یہودی کو بھی فلسطین میں داخل نہ ہونے دیں۔ قیام پاکستان کے بعد اقوام متحدہ کی طرف سے تقسیم فلسطین کے فیصلے پر نکتہ چینی کرتے ہوئے بانی پاکستان نے بی بی سی کے نمائندے کو بتایا کہ برصغیر کے مسلمان تقسیم فلسطین کے متعلق اقوام متحدہ کے ظالمانہ، ناجائز اور غیر منصفانہ فیصلے کے خلاف شدید ترین لب و لہجہ میں احتجاج کرتے ہیں۔ ہماری حس انصاف ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم فلسطین (باقی صفحہ 32 پر)



تبصرہ کیلئے کتاب کے دو نسخے ارسال کریں/متنازعہ اور فرقہ وارانہ کتب پر تبصرہ شائع نہیں کیا جاتا

قیام پاکستان کے محرکات واسباب

مندرجہ بالا عنوان کے موضوع پر 60 صفحات کا یہ رسالہ سید محمد فاروق القادری ایم اے کی تصنیف جسے دارالفیض گنج بخش لاہور نے شائع کیا ہے بقول مصنف اس میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان کیوں بنایا گیا ہے؟ اس کے محرکات کیا تھے؟ اور اسباب کیا تھے؟ پاکستان بنانے والے کون لوگ تھے اور اس کی مخالفت کن لوگوں کے حصے میں آئی یہ ہماری تاریخ کا ایسا حصہ ہے جسے ہمیشہ نئی نسل کو آگاہ رکھنا بے حد ضروری ہے اس کا مقصد نہ کسی جماعت یا فرد کی تنقیص وتوہین ہے اور کسی جماعت یا افراد پر تیز روشنی ڈالنا مقصد ہے۔ یہ کتابچہ ہر گھر کی ضرورت ہے۔ منگوانے کیلئے 55 حکیم موسیٰ امرتسری روڈ ریلوے روڈ گوالمنڈی لاہور سے رابطہ فرمائیں۔

نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ

مصنف مولانا پیر غلام قادر اشرفی قدس سرہ نے 48 صفحات کے اس مختصر کتابچے میں نماز کے بارے میں جن مسائل کی نشاندہی فرمائی ہے۔ ان مسائل کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ نماز اگر پورے آداب وشرائط کیساتھ ادا نہ کی جائے تو وہ نماز نمازی کیلئے بددعا کرتی ہے۔ ملنے کا پتہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ جی ٹی روڈ لالہ موسیٰ ضلع گجرات۔

آب کوثر شریف

فضائل درود وسلام پر کتب لکھنے والوں پر اللہ رب العزت کا خاص کرم اور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص نظر عنایت ہوتی ہے۔ آب کوثر بھی ایک ایسا ہی مجموعہ ہے جسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقبولیت حاصل ہے جواب تک ایک لاکھ سے زائد چھپ چکی ہے۔ عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ایک تحفہ ہے جسے حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم نے مرتب فرمایا ہے۔ 316 صفحات خوبصورت مجلد ٹائٹل کی یہ کتاب امین الاسلام انٹرنیشنل دارالعلوم سلطانیہ فیضان امین مسلم ٹاؤن بی شیخ بلاک متصل PMC کالونی فیصل آباد سے منگوائی جاسکتی ہے۔ قیمت درج نہیں۔

کھوہ نیناں دے

کھوہ نیناں دے شاہ رزاق وٹو کا پنجابی زبان میں شعری مجموعہ ہے جس میں پنجابی نظمیں، غزلیں اور کافیاں شائع کی گئی ہیں شاہ رزاق وٹو عصر حاضر کا وہ حساس شاعر ہے جس نے موجودہ معاشرے کے سلگتے مسائل کو اپنے شعری رنگ میں سمو دیا ہے۔ چونکہ پنجابی ادب موجودہ دور میں ناپید ہوتا جارہا ہے ایسے دور میں ایسے دردمند اور درددل رکھنے والے اور پنجابی زبان سے پیار کرنے والے ادیب شعرا اور مصنف مبارکباد کے مستحق ہیں کہ نامساعد حالات کے باوجود بھی اپنی اصل سے جڑے ہوئے ہیں۔ 192 صفحات کا یہ مجموعہ کلام ادارہ پنجابی لکھاریاں جیا موسیٰ شاہدرہ لاہور نے شائع کیا ہے جس کی قیمت 500 روپے رکھی گئی ہے۔

ہو حق ہو

پرکیف پنجابی کافیوں کا مجموعہ جس میں عشق حقیقی کا وہی رنگ نظر آتا ہے جو حضرت خواجہ فریدؒ، حضرت بابا بلھے شاہؒ، حضرت شاہ حسینؒ سمیت پنجاب کے دیگر صوفی شعرا کا رنگ ہے۔ حکیم ناز جلالوی نے تصوف میں ڈوبی یہ کافیاں باقاعدہ عنوان کے تحت لکھی ہیں جو اس صنف میں جدت ہے۔ ہر کافی اپنے اندر روحانی جلال اور نصیحت کا پیغام لیے ہوئے ہے۔ حکیم ناز جلالوی کی کافیاں انسان پر ایک کیف طاری کر دیتی ہیں تاکہ انسان اس دنیا کے جھمیلوں سے نکل کر روحانی دنیا میں آئے تاکہ اس کا رابطہ مالک کائنات سے استوار ہو سکے جو اولیا اللہ کا وصف ہے۔ آج کے اس پر فتن دور میں ایسی شاعری کہنا اور پھر اسے زیور طبع سے آراستہ کر کے عوام تک پہنچانا بجائے خود ایک کٹھن مرحلہ ہے جس میں ناز جلالوی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ 128 صفحات کی یہ کتاب جلالوی پاک فاؤنڈیشن 272 گ۔ب ضلع فیصل آباد پوسٹ کوڈ 37200 سے 350 روپے بھیج کر منگوائی جاسکتی ہے۔

بقیہ: اسرائیل کو تسلیم کرنا؟

میں اپنے عرب بھائیوں کی ہر ممکن طریقے سے مدد کریں۔ قائداعظم نے اندیشہ ظاہر کیا کہ: "اگر تقسیم فلسطین کا منصوبہ مسترد نہیں کیا گیا تو ایک خوفناک ترین اور بے مثال چپقلش کا شروع ہو جانا ناگزیر اور لازمی امر ہے ایسی صورت حال میں پاکستان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ عربوں کی مکمل اور غیر مشروط حمایت کرے"

اسرائیل کے خلاف قائداعظم کی اس پالیسی پر عمل کیا گیا جب پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑی تو پاکستان نے چیکوسلاواکیہ سے ڈھائی لاکھ رائفلیں خرید کر عربوں کو دیں اور تین جنگی جہاز اٹلی سے خرید کر مصر کے حوالے کیے تاکہ وہ اسرائیل سے اپنا دفاع کر سکیں۔ جبکہ ابھی پاکستان خود بھی ایک نوزائیدہ ریاست تھی۔

یہ چند سطور اس غرض سے تحریر کیں کہ شاید تبدیلی کے خواہاں دوست حضرات بھی ذرا اسرائیل کے حوالے سے اپنا موقف درست کر کے واضح کریں۔

Monthly **SABEEL-E-HIDAYAT** Lahore
Published by BAZAM-E-NIDA-E-MUSLIM Pakistan Head Office:8/3-B-1 Township Lahore 54770